بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۷	رجب المرجب ۱۴۳۰ھ / جولائی ۲۰۰۹ء	جلد : ۱۷

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 5330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 5330310

فون/فیکس : 042 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 6152120

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۶
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۲
حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۱۵
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب ؒ	۲۴
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۸
میں تو اِس قابل نہ تھا	حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب ؒ	۳۲
سالانہ اِمتحانی نتائج دورۂ حدیث شریف		۳۴
قطع رحمی ..... قرآن وسُنت کی روشنی میں	حضرت شیخ محمد بن ابراہیم الحمد	۳۸
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۶
ماہِ رجب کے فضائل واَحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۵۰
دینی مسائل		۶۰
وفیات		۶۲
اَخبار الجامعہ		۶۳

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

بندہ گزشتہ ماہ حجازِ مقدس کے سفر پر تھا مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مسجد نبوی علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ سے ظہر کی نماز پڑھ کر واپس قیام گاہ کی طرف جاتے ہوئے وہاں پر مقیم پاکستانی میزبان بھائی اَرشد سلمہٗ نے چلتی گاڑی سے ایک میدان کی طرف اِشارہ کر کے بتلایا کہ یہاں کے فلاں تاجر روزانہ ہر عام وخاص کو مفت کھانا کھلاتے ہیں یہ رمضان اَور غیر رمضان مغرب سے لے کر سحری تک جاری رہتا ہے۔ ہر روز منوں کھانا کھلانا وہ بھی مدینہ منورہ میں یقینًا باعثِ سعادت اَور قابلِ صد رَشک ہے اور اہلِ خیر حضرات کے لیے عملی نمونہ بھی۔

مگر دُوسری طرف خود پاکستان میں حال ہی میں ہونے والے فوجی آپریشن کے نتیجہ میں سوات اور وزیرستان کے بیس لاکھ سے بھی زیادہ بے گھر ہو جانے والے پناہ گزینوں کی بدحالی اور لاچاری نیز بلوچستان اور اِس سے قبل کشمیر وشمالی علاقہ جات کے لاکھوں زلزلہ زدگان، سندھ کے سیلاب زدگان کی تباہ حالی اور تاحال مزید تنزلی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اِس پر دِن بدن مہنگائی کے حملہ آور عفریت کی سرکشی نے جو خطرناک صورتِ حال پیدا کر دی ہے اِس کا اِدراک کرتے ہوئے ملک کے مخیّر حضرات کو بلا کسی مزید تاخیر کے آگے بڑھنا چاہیے کیونکہ اِس میں بہت بڑے اَجر وثواب کے ساتھ خود اپنا بھی ایسی تباہی سے بچاؤ ہے جو

خدانخواستہ ہر کسی کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

اللہ کے فضل سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بلکہ تمام عرب ریاستوں کے غریب سے غریب رہائشی بھی دیگر پسماندہ ملکوں کے آفت زدوں سے بہت درجہ بہتر ہیں اور یہاں کے مقامی مخیّر حضرات اور خود اُن کی اپنی حکومتیں کسی بھی پیش آنے والی مصیبت کے وقت اپنے عوام کی خدمت ترجیحی بنیادوں پر کرتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ماہ قبل مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں زلزلہ آیا اُس کے جھٹکے مدینہ منورہ میں بھی محسوس کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بڑی تباہی سے بھی بچالیا **اَعَاذَ ھَا اللّٰہُ وَعَافَاھَا**.

مسجدِ نبوی کے خادم القرآن الشیخ القاری بشیر احمد صاحب صدیق دامت برکاتہم نے مجھے بتلایا کہ زلزلہ کے مرکز کے قریب رہنے والی تقریباً ساٹھ ہزار کی آبادی کو سعودی حکومت نے حفظ ماتقدم کے طور پر فوراً وہاں سے نکال کر محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا اور بعد اَزاں اُن کو بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کا بھی مسلسل خیال رکھے ہوئے ہے۔ اہلِ مکہ اور مدینہ کے اِکرام اور توقیر کا حق دیگر بہت سی صورتوں میں بھی بجالایا جاسکتا ہے البتہ بعض اَفراد یا خاندان جو کسی مصیبت میں مبتلاء ہو جائیں یا مقروض ہو جائیں تو بطورِ خاص اُن کو ترجیح دینا اور اُن کی مدد کرنا اہلِ ایمان پر ضروری ہے۔

پوری دُنیا میں بسنے والے مسلمان نبی علیہ السلام کے اُمتی ہیں اُن پر آنے والے مصائب کی صورت میں اُن کے اُمتی ہونے کا خیال کرتے ہوئے زیادہ پریشان حال کو ترجیح دینا قیامت کے دن اللہ اور اُس کے رسول کی خوشنودی کا زیادہ قوی ذریعہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا دُنیا بھر کے اہلِ خیر حضرات اہلِ مکہ مکرمہ اور اہلِ مدینہ منورہ کا اِکرام اور توقیر تو سب سے زیادہ کریں اور اُن کے مناسب حال خدمت میں بھی پس وپیش نہ کریں مگر اِس کے ساتھ ساتھ اپنے آس پاس بسنے والے بدحال اُمتیّوں کی خدمت اور بحالی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اِس کو کم درجہ کی نیکی تصور نہ کریں۔ ریاکاری کے بغیر اِخلاص کی بنیاد پر اُمت کی خبر گیری اور بحالی پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم دونوں جہانوں میں شاملِ حال رہے گا۔

پاکستان کی ایک خاتون جو بیس پچیس برس قبل وفات پاچکی ہیں اُنہوں نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی تھی سچی عاشق رسول تھیں۔ میرے والد ماجد بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت رکھتی تھیں اور اُنہیں بار بار خط لکھ کر مدینہ منورہ کی سکونت اختیار کرنے کا پرزور مشورہ دیتی تھیں آخر میں اُنہوں نے ایک بار

حضرتؒ کو لکھا ''کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ سے عشق نہیں ہے آپ یہاں کیوں نہیں آجاتے'' اِس پر حضرتؒ نے اُنہیں جواب تحریر فرمایا کہ ''میری مثال ایک سپاہی کی سی ہے جس کو کسی مورچہ پر مقرر کر دیا گیا ہو اَب اگر سپاہی خود مورچہ چھوڑ کر ہیڈ کوارٹر آجائے کہ نہیں میں تو یہاں پر ڈیوٹی دُوں گا تو بجائے شاباشی کے اُس کو سزا کے طور پر کورٹ مارشل کر دیا جاتا ہے، جی تو میرا بھی یہی چاہتا ہے مگر یہاں کی دینی خدمات کی وجہ سے اپنے کو روکے ہوئے ہوں۔''

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے دین کی خاطر مدینہ منورہ سے دُور دراز کے سفر اختیار فرما کر اللہ تعالیٰ کے دین کو پوری دُنیا میں پھیلا دیا حالانکہ وہ سچے عاشقِ رسول تھے اور مدینہ منورہ سے محبت رکھتے تھے۔

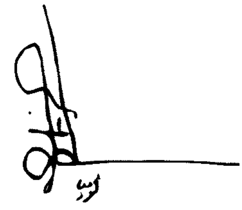

حال وارِدِ مدینہ منورہ

۲۴؍ جمادی الاخری

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا ‏ درسِ حدیث ‏ علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

''حَدَسْ'' یعنی فراست سے بھی علاج ہوتا ہے
آپریشن قدیم دَور سے چلا آرہا ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 59 سائیڈ A 1986 - 06 - 20)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد!

حدیث شریف میں اِرشاد فرمایا گیا تھا کہ شفا تین چیزوں میں ہے۔طب تو کہتے ہیں بیماریوں کے علاج کو اَور اُس میں ایک تو یہ ہوتا ہے کہ صحت کی حفاظت مقصود ہوتی ہے دُوسرے مضر چیزوں سے پرہیز ہوتا ہے تیسرا جز اِس کا یہ ہے کہ جو فساد کی چیزیں بدن میں ہیں اُن کو نکال دیا جائے۔تو یہ طب ہے شروع اِس کا وحی سے ہوا ہے اَور بعد میں تجربات وغیرہ ہیں خوابیں بھی اِس میں داخل ہیں اَور فراست بھی داخل ہے بہت تیز سمجھ کسی کی ہو یہ بھی ہے اَور علاج میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ دوا سے ہی ہو بلکہ تدبیر سے بھی ہوسکتا ہے ہوگا وہ بھی علاج ہی۔

حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کے بعضے واقعات ایسے ہیں کہ محض تدبیر کی ہے اَور وہ ٹھیک ہوگئے وہ بیماری جاتی رہی ہے۔بیماری کی بھی قسمیں ہیں بہت ساری اَور اَب تو اَجزاء کے بھی اسپیشلسٹ ہونے لگے کوئی آنکھوں کا ہے کوئی دل کا ہے کوئی ناک کان گلے کا ہے کوئی پھیپھڑوں کا ہے سینے کا ہے الگ الگ علم گویا بہت پھیل گیا تو اُس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ دَوا ہی سے ہو دوا کے بغیر بھی ہوسکتا ہے۔اَور فراست صحیح سمجھ تیز سمجھ اِس کو بھی دخل ہے یہ بھی ہوتا رہا ہے پہلے۔یہ بوعلی ابن سینا جو ہے یہ ڈاکٹری کا بھی اُستاد ہے اَور اِس طب کا بھی اُستاد

ہے یہ جدا علیٰ گویا شمار کیا گیا اِسلام کے دَور میں یہی گزرا، اَور نہ جالینوس اَور کون کون یہ لوگ پہلے تھے اِن کی جوارش بھی چلتی ہے جوارشِ جالینوس اُس کے بارے میں اُس کی رائے تھی کہ کوئی کھاتا رہے تو کبھی بوڑھا نہیں ہوگا صحیح اَجزاء مل جائیں تو اُس کے فوائد بہت ہیں یہ ٹھیک ہے اُس کی بھی ترکیبیں نکل آئیں کھانے سے پہلے کھاتا ہے کوئی آدمی دَس منٹ پہلے تو وہ تقریبًا وٹامن بی کا کام دیتا ہے جیسے اَب وٹامن بی سے کام لیتے ہیں۔ جن لوگوں کو اِس طب سے اَور انگریزی دواؤں سے واقفیت ہے وہ لوگ اِس طرح استعمال کرتے ہیں اِس کو۔ تو اگر اُس کے اَجزاء صحیح ملے ہوئے ہوں تو وہ مفید ترین دواؤں میں سے ہے۔

فراست سے تشخیص اَور علاج :

اسلامی دَور میں یہ گزرے ہیں بوعلی سینا لیکن نہایت سمجھ دار آدمی تھے کسی بات پر بادشاہ ناراض ہوگیا اِنہیں اندیشہ ہوا کہ پکڑلے گا خفا ہوگیا ہے تو جیل میں ڈال دے گا یا مار دے گا یہ بھاگ گئے وہاں سے اَور اِنہیں اندازیہ ہوا کہ میں اَب اِتنی دُور آگیا ہوں کہ یہاں وہ نہیں ہے بادشاہ (جیسے علاقہ غیر ہو)۔ کہنے لگے کہ میں اپنی چھپی ہوئی جگہ سے نکل کر باہر شہر میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک آدمی ہے اُس کے گرد ہجوم ہے بہت بڑا میں نے پوچھا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ کوئی حکیم ہے علاج کرتا ہے اَور صورت دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے کہ یہ بیماری ہے۔ اِنہوں نے کہا یہ بھی عجیب آدمی ہے اَور اِن کی ہی لائن کا تھا یہ فلسفی بھی تھے منطقی بھی تھے اَور طب کے بھی ماہر تھے اَور ذہن ایسا تھا کہ مطالعہ سے اِنہوں نے اِتنی ترقی کی تھی تو اِنہوں نے کہا یہ عجیب آدمی ہے اِسے دیکھنا چاہیے قریب جاکر۔

بہر حال یہ پہنچے قریب اُس کے کوئی شکایت تھی کوئی تکلیف تھی یا کیا تھا؟ بہر حال اِنہوں نے جب ذرا بھیڑ کم ہوئی تو بات کی اُس نے اِنہیں دیکھا سر سے پاؤں تک پھر دیکھ کر اُس نے کہا آپ ٹھہریں ٹھہرالیا پھر اِن سے کہا کہ آپ بوعلی سینا تو نہیں ہیں اُنہوں نے کہا کہ ہاں میں بوعلی سینا ہی ہوں لیکن پہچانا کیسے آپ نے؟ اُس نے کہا کہ میں نے آپ کی کتابیں دیکھیں ہیں تو میرے ذہن میں یہ آیا کہ اِن کتابوں کو لکھنے والا اِس مزاج کا ہوگا جب اِس مزاج کا ہوگا تو اِس شکل کا ہوگا اِس رنگ کا ہوگا یہ اُس کا جُثّہ ہوگا وغیرہ۔ وہ جو میرے ذہن میں خاکہ آیا تھا اَب جب آپ نے بات کی تو مجھے یہ خیال آیا کہ وہ خاکہ منطبق ہورہا ہے آپ پر اِس واسطے میں نے آپ کو روک لیا۔ وہ کہنے لگا کہ چلو میرے ساتھ پھر نہلایا دُھلایا اَور اُس کے بعد بوعلی سینا کو معلوم ہوا کہ ابھی

میں بادشاہ کی حدود سے پار نہیں گیا اَور یہ حکیم مجھے پہچان گیا ہے اَب باتوں باتوں میں اُس نے کہا کہ میں آپ کو چھوڑنے والا تو نہیں ہوں پہنچاؤں گا تو بادشاہ ہی کے پاس۔ یہ بہت پریشان ہوئے تو اُس نے کہا ایک شرط ہے اُس پر میں آپ کو چھپائے رکھ سکتا ہوں جہاں آپ کہیں وہاں پہنچا بھی سکتا ہوں وہ شرط میری ماننی ہوگی اُس نے کہا کیسے کیا بات ہے؟ اُس نے کہا جب بادشاہ آپ کو بلائے معافی کا اعلان کرے آپ کی تو آپ مجھے اُس سے بلا کر ملائیں گے یہ میری شرط ہے۔

بوعلی سینا نے کہا کہ اَب تو میں بھاگا ہوا ہوں اَور اشتہاری مجرم ہوں یہ تمہیں کیسے معلوم کہ وہ مجھے بلائے گا بھی۔ اُس نے کہا کہ اُس کو فلاں سیزن جب آتا ہے تو دَرد ہوا کرتا ہے تو جب دَرد ہوگا تو وہ کسی سے ٹھیک ہوگا ہی نہیں پھر وہ یہ اعلان کرے گا کہ جو بوعلی سینا کو لائے اُسے بھی انعام دیں گے اَور اُنہیں بھی انعام دیں گے اَور معاف بھی کر دیں گے۔ تو اُس زمانے میں تو آپ جائیں گے تو ہوا اِسی طرح سے بعد میں واقعی، تو اُس کو موسم پر آکر کوئی دَورہ ہوا کرتا تھا تکلیف ہوتی تھی اُس کا علاج مزاج کے مناسب کوئی اَور نہیں کر سکتا تھا یہی کر سکتا تھا تو پھر اعلان ہوا انعام کا بھاگ دَوڑ ہوئی درجہ بھی بڑھا دیا اِن کا، یہ بھی اعلان ہوا بلائے گئے یہ وہاں (بالآخر یہ دربارِ شاہی میں حاضر ہوئے)۔

وہاں اُس نے پوچھا تھا کہ کہاں کہاں گئے کیسے کیسے گئے تو پھر اُس نے کہا کہ میں نے عجائبات جو دیکھے ہیں اِس سفر میں وہ حَدَسْ [1] کا واقعہ دیکھا ہے کہ ایک شخص کا حَدَسْ انتہا درجے کا تھا اَور اُس سے میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اُسے آپ سے ملاؤں گا تو بادشاہ نے پھر اُسے اِجازت دی ہوگی مل لیا ہوگا ضرور، باقی یہ مثال ایک بن گئی ایک عجیب وغریب چیز ہے کہ ایک آدمی سامنے آتا ہے اور اُس کی بیماری چہرہ دیکھ کر تشخیص کر لیتا ہے حتی کہ وہ اُس کے چہرے پر منطبق کر لیتا ہے اُس کی بیماری اَور عملیات کو بھی دخل نہیں اِس میں اور کشف کو بھی دخل نہیں بلکہ مہارت ہی ہے ایک طرح کی۔

حکیم نابینا مرحوم کا واقعہ :

دِلّی کے حکیم نابینا مرحوم نے ''اَسرارِ شریانیہ'' ایک کتاب لکھی ہے اُس میں لکھا ہے میں نے نبض دیکھ کر اَندازہ کیا ہے کہ یہ آدمی اِتنے گھنٹے زندہ رہے گا یا اِتنے دِن زندہ رہے گا اور اُس میں فرق نہیں ہوا ہے، منٹوں

---

[1] ''حدس'' سرعت کے ساتھ کسی امر کی انتہا اَور تہہ تک چلے جانے کو کہتے ہیں۔

کا ہوا ہو تو ہوا ہو ورنہ نہیں، تو یہ محض مادی چیز تھی۔ یہ دہلی کے جو ماہر طبیب گزرے ہیں اجمل خان وغیرہ مرحوم کے دَور میں تو اُن کے ہاں یہ قاعدہ تھا کوئی مریض اگر آتا ہے تو مریض اپنا حال نہیں کہے گا صرف نبض دِکھائے اگر وہ کچھ بولنا چاہتا تھا تو اُسے وہاں کے جو خدام ہوتے تھے وہ چپ کر دیتے تھے کہ کچھ نہ بتاؤ وہ نبض دیکھ کر نسخہ لکھتے تھے کہ نبض اِس کی یہ کیفیت بیان کر رہی ہے اِس کے مطابق نسخہ یہ ہے۔

حکیم اجمل خان مرحوم کا قصہ :

یہاں بورے والے میں حافظ صاحب ہیں وہ بتا رہے تھے کہ میں گیا حکیم اجمل خان صاحب کے یہاں تو اُنہوں نے میرے لیے تجویز کیے چنے کہ چنے کھائیں اور اِتنے سے چنے چھ ماشہ یا کتنے بتائے یہ کھاتے رہیں۔ وہ کہتے ہیں مجھے فائدہ نہ ہوا میں پھر گیا اُنہوں نے پھر وہی تجویز کیے۔ کہتے ہیں پھر مجھے فائدہ شروع ہوا میں پھر ملا تو اُنہوں نے کہا یہی بس کھاتے رہو، اَب اُس علاج میں تقریبًا چھ مہینے لگے ہوں گے اِن کو لیکن اُن کی تجویز اور رائے وہ بالکل نہیں بدلی جو اُنہوں نے اَندازہ لگایا تھا وہ وہی تھا۔ تو اِنسان پہنچ سکتا ہے ظاہری اَسباب کے ذریعہ بھی اِس حد تک اللہ تعالیٰ نے اِس میں صلاحیتیں جو رکھی ہے وہ عجیب وغریب ہیں اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو جو خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ ہے تو اُس میں استعدادیں بہت قسم کی ہوں گی وہ استعدادیں کہیں کہیں ظاہر ہوتی ہیں۔

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تین چیزیں ارشاد فرمائی ہیں علاج کے لیے ایک یہ کہ خون نکلواتے رہنا تو سینگی لگایا کرتے تھے اُس زمانے میں اُس سے خون نکلواتے تھے دُوسرا یہ کہ شہد پینا اَور تیسرا آگ سے داغنا لیکن فرمایا اَنْھٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ میں اپنی اُمت کو اِس علاج سے منع کرتا ہوں کہ وہ دغوائیں۔ آگے اِرشاد فرماتے ہیں کہ ایسا ہوتا کیوں تھا اور داغ کی ضرورت کیوں آتی تھی تو ٹانکا لگانے کے لیے آتی تھی زخموں پر۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُبی ابن کعب انصاری رضی اللہ عنہ جو بہت بڑے قاری ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَقْضَانَا عَلِیٌّ ہم میں سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ دینے والے علی ہیں اَور اَقْرَؤُنَا اُبَیٌّ ہم سب سے زیادہ عمدہ پڑھنے والے علمِ قراءت سے واقف اُبی ہیں۔ تو اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو زخم ہوا لڑائی میں خندق والے دِن خندق کا جو غزوہ ہوا تھا اُس دِن اَور تیر آکے لگا ہوگا تو وہ شہ رگ میں لگ گیا اَب شہ رگ جو ہے وہ اعضاء میں پھیلی ہوئی ہے جسم کے، جس کے ذریعے سے

قلب خون پھینکتا ہے سارے جسم میں، اُس میں لگ گیا اُس میں لگنا خطرناک ہوتا ہے خون نہیں رُکتا تو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو دغوایا تو معلوم ہوا کہ داغنا شدید ضرورت میں ہی ہے وگرنہ آگ کے ذریعہ داغ کر علاج سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھی تیر آ کے لگا جیسے کہ جنگ بندی ہوئی وی ہو لیکن جنگ بندی کے دَوران بھی جب چلتے پھرتے ہیں تو کیس ہوتے رہتے ہیں کہ گولی آگئی اُدھر سے اَور کسی چلنے والے آدمی کے لگ گئی اَور وہ شہید ہو گیا اِسی طریقہ پر وہاں تو لڑائی تھی وہ اُس طرف تھے خندق کے یہ اِس طرف تھے تو یہ تیر لگا آکر اَور وہ بھی اَکْحَلْ میں لگا وہ شہ رگ تک پہنچ گیا جس جگہ بھی لگا تھا بازو میں لگا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے تو اپنے دستِ مبارک سے داغ لگایا بِمِشْقَصٍ ایک تیر کا جو لوہا ہوتا ہے وہ گرم کر کے اُس سے داغا لیکن ایسے ہوا کہ وہ اَندر ہی اَندر بڑھتا رہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ورم آگیا جب ورم آگیا تو حَسَمَهُ الثَّانِيَةَ [1] تو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ بھی اُن کے داغ لگایا۔

آپ ﷺ کے حکم پر آپریشن :

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُبی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب بھیجا ڈاکٹر بھیجا اُس نے آپریشن کیا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا ایک رَگ اُس نے کاٹی ہے ثُمَّ کَوَاهُ عَلَيْهِ [2] وہ رگ کاٹنے کے بعد پھر اُس نے یہ کیا ہے کہ داغ ڈالا ہے ثُمَّ کَوَاهُ عَلَيْهِ تو یہ داغنا منع فرمایا ہے مگر کبھی کبھی ضرورت یہ پڑتی ہے کہ نکسیر بند ہی نہیں ہو رہا کوئی اَور چیز ہے خون بند ہی نہیں ہو رہا تو اُس صورت میں پھر یہ اِجازت دی گئی ہے بلکہ عملاً ایسے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ ایسے کیا کرتے تھے۔

آنکھوں کا آپریشن :

یہ آنکھوں کا آپریشن بھی کرتے تھے یہ نئی چیز نہیں ہے۔ ایک دفعہ میں دیکھ رہا تھا طبقات بن سعد کو اُس میں آتا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آیا طبیب اَور اُس نے کہا کہ میں جناب کی آنکھ کا آپریشن کیے دیتا ہوں وہ پانی تھا غالبًا نُزُوْلُ الْمَاءْ تھا جیسے اَب ہوتا ہے موتیا۔ لیکن اُنہوں نے فرمایا کہ اِس میں میری نمازیں قضاء ہوں گی اَور یہ ہوگا نہیں تیار ہوئے وہ نابینا رہے ہیں آخری عمر میں طائف

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۷ [2] ایضاً ص ۳۸۷

میں وفات ہوئی ہے وہیں قبر مبارک ہے اِن کی۔

پہلے زمانے کے عام لوگ بھی انسانی اعضاء کی زیادہ معلومات رکھتے تھے :

مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں لڑائیاں تو ظاہر ہے ہوتی تھیں لڑائیاں ہوتی تھیں تو زخمی بھی کرتے تھے جسم بھی کاٹتے تھے ناک کان بھی کاٹتے تھے اَور جگر بھی نکال لیتے تھے اَور چبا لیتے تھے اَور دل بھی نکال لیتے تھے اَور چبا لیتے تھے یہ تو نہیں تھا کہ اُن کو اَجزائے جسم کا پتا نہیں تھا کہ کس جگہ ہوتے ہیں کس جگہ نہیں ہوتے بلکہ اَب تو یہ ہے کہ گولی ماری اَور پتا ہی نہیں کہاں لگی وہ پھر ڈاکٹر معلوم کرتے ہیں۔

مگر اُس زمانے میں تلوار کے ذریعے سے جو انسان کے ٹکڑے کیے جاتے تھے تو اُس میں تو تمام چیزیں اُن کے سامنے سے گزرتی تھیں تو یہ تو نہیں تھا کہ اُنہیں معلوم نہیں تھا لہٰذا اِس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ویسا ہی آپریشن کیا ہے اُس نے جسے آپ آج آپریشن کہتے ہیں فَقَطَعَ عِرْقًا ایک رگ کاٹی اَور اُس کے بعد اُس رگ کا خون بند کرنے کے لیے اُس کو داغ دیا فورًا۔

بعد میں مزید ترقی :

ہاں یہ ہے کہ آج سُن کرنے کی بے ہوش کرنے کی جو چیزیں آئی ہیں یہ ایسی ہیں کہ یہ اُس زمانے میں اگر ہوں گی بھی تو بہت تلاش کر کے شاید کہیں مل جائیں اَور دوائیں ہوتی ہوں گی جو لگا دی جائیں جن سے سُن ہو جائے مگر یہ کہ کُلّی طور پر افاقہ ہو اَور محسوس ہی نہ ہو تکلیف ایسی دوائیں تو نہیں تھیں اُس زمانہ میں۔ یہ چیزیں ہیں تعلیمات ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر قائم رکھے اَور صحیح راہوں پر چلائے۔

✡ ✡ ✡

بقیہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہؓ نے یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں سر رکھ کر لیٹ کر قرآن شریف کی تلاوت کر لیتے تھے حالانکہ وہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ یہ بھی روایت فرماتی ہیں کہ سیّدِ عالم ﷺ جب معتکف ہوتے تو مسجد کے اَندر بیٹھے ہوئے میری طرف سر جھکا دیتے تھے اَور میں آپ کا سر مبارک (اپنے حجرہ میں سے) دھو دیتی تھی حالانکہ یہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم)۔ (جاری ہے)

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

✡ ✡ ✡

☆ آپ مودودیوں کی تنظیم اَور جدو جہد کو سراہتے ہیں۔ محترما! قادیانیوں اَور عیسائیوں کی تنظیم و جدو جہد اِس سے بدرجہا بالاتر ہے پھر کیا حکم دیں گے؟

☆ یہ جماعاتِ تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اَور اہم فریضہ کی حسبِ استطاعت انجام دہی کرتی ہے بلکہ اِس کی بھی سخت محتاج ہے کہ اِن کی ہمت افزائی کی جائے اَور اُن کا خود بھی مسلمانوں سے قوی رابطہ پیدا ہو اَور مسلمانوں میں اِتحاد اَور یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو۔ بنا بریں میں اُمیدزار ہوں کہ آئندہ اِس میں پوری جدو جہد کو کام میں لایا جائے اَور اُن کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جائیں۔

☆ سب سے زیادہ کامیابی بچوں کی تعلیمِ دینیات سے ہے اِس لیے آپ کا خیال اَجرائے مکاتیب دینیہ بہت صحیح اور مفید ہے۔

☆ قوتِ حافظہ کے لیے سورہ فاتحہ اکتالیس بار مع بسملہ روزانہ بعد عصر پڑھ کر سینہ پر دَم کرلیا کریں۔

☆ ایک بُرائی اور گناہ دُوسری بُرائی اَور گناہ کے لیے عذر نہیں ہے۔

☆ انبیاء علیہم السلام کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اصلاحِ خلق اَور ہدایت اُمت حلوائے تر نہیں ہے، ٹیڑھی کھیر ہے۔

☆ بحمد اللہ! مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساداتِ حسینیہ میں پیدا کیا میرا آبائی خاندان پیرزادوں کا خاندان ہے میرے خاندان کے لوگ اَب تک پیری مریدی کرتے ہیں مگر میں اِس شرفِ نسبی کو سراہنا غلط سمجھتا ہوں۔

☆ مجھ کو بحمد اللہ حضرت قطبِ عالم حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کے یہاں کی گوشہ نشینی نصیب ہوئی تعلیم و تلقین اُن سے حاصل کی۔ قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز

کے دَر کی خاک رُوبی نصیب ہوئی اُنہوں نے اپنے دستِ مبارک سے میرے سر پر عمامہ باندھ کر فرمایا یہ دستارِ خلافت ہے۔ حضرت شیخ الہند مولائی محمود حسن قدس اللہ سرہُ العزیز کی خدمت گزاری اور اُن کی عنایات نصیب ہوئیں۔ یہ سب بفضل اللہ تھیں۔

☆ جو کام اصلاح کا ہو اَور شیطان کی خواہشات کے خلاف ہو اُس میں طبیعت کا گھبرانا اور نفس پر بوجھ پڑھنا ضروری ہوتا ہے مگر اِستقلال اَور مداومت سے آہستہ آہستہ اُس میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ میرے محترم آپ کی جوانی کا زمانہ ہے، اِس عمر میں تھوڑی سی بھی محنت وہ کچھ ثمرات اور نتائج پیدا کرتی ہے جو کہ بڑھاپے میں بڑی بڑی جانفشانیوں سے بھی نہیں پیدا ہوتے، اِس لیے اِس وقت کو غنیمت سمجھ کر ذکر وفکر میں جہاں تک ممکن ہو اِس کو خرچ کرنا چاہیے۔

☆ جس قدر بھی تعمیر اَوقات بالعبادات والاذکار ہو رہی ہے اُس پر شکر کرتے رہیں، قرآن مجید کا شغف بہت ہی مبارک ہے۔

☆ حضرت مولانا (شیخ الہند) قدس اللہ سرہُ العزیز کی سوانحِ عمری لکھنے کا خیال مجھ کو اُن کے وصال کے وقت سے تھا جب مولوی عاشق الٰہی صاحب (میرٹھی) نے اشتہار دیا تو طبیعت خوش ہوئی کہ یہ بوجھ بوجہ اَتم وہ اُٹھا سکتے ہیں اُن کی تحریری قابلیت اور سامانِ طبع وغیرہ اِس کے لیے پورے کافی ہیں مگر اُن دِنوں دیوبند کے اُن معزز حضرات نے جن کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اَحوال سے بہت اچھی واقفیت تھی تمام عمر اُنہی کی صحبت (رہی) تھی فرمایا کہ ہم لکھیں گے، باہر کے لوگوں کو کیا اطلاع ہو سکتی ہے، تجھ کو لازم ہے کہ ایک اشتہار اِس مضمون کا لکھ دے اَور مالٹا کے احوال کو قلم بند کر دے ہم نہایت مکمل سوانح عمری تیار کریں گے۔ میں نے اپنی ناتجربہ کاری سے اشتہار دے دیا، اِس پر مولوی عاشق الٰہی صاحب علیحدہ کبیدہ خاطر ہو گئے۔

مجھ کو کلکتہ کا سفر درپیش تھا میں وہاں چلا گیا اور وہاں سے تقاضے پر تقاضے کرتا رہا مگر وہاں اِمروز وفردا ہوتا رہا اور کثرتِ اشغال اور قلتِ فراغ کی غیر متناہی طاقتوں نے آج کا دِن دکھایا، جب میں تقاضے کرتے کرتے تھک گیا اور مایوس ہو گیا تو پھر مولوی عاشق الٰہی صاحب سے کہا، اُنہوں نے اِنکار کر دیا میں نے سفرِ مالٹا کے اِس قدر حالات کو جن کو ظاہر کر سکتا تھا اَور جن پیرایوں میں ظاہر کر سکتا تھا کراچی سے لکھ کر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے ہاتھ مولوی عزیر گل کو بھیجا تھا۔

☆ بیشک اللہ نے یہ انعام کیا کہ بارگاہِ امدادی اور بارگاہِ رشیدی اور بارگاہِ محمودی اور بارگاہِ رحیمی قدس اللہ اسرارہم کی حاضری نصیب ہوئی نیز بارگاہِ خلیلی کی بھی خاک رُوبی حاصل ہوئی۔

میں نے حضرت نجم الدین صاحب کی تازہ تصنیف یادگارِ سلف جس میں حضرت مولانا السیّد محمد اَمین صاحب نصیرآبادی قدس اللہ سرہُ العزیز کے احوال ومناقب ذکر کیے گئے ہیں دیکھی۔ مولانا نجم الدین صاحب کی یہ مساعی عالیہ ہرطرح موجبِ تشکرات ہیں۔

قنوتِ نازلہ کے لیے الفاظ مخصوص نہیں تھے حسبِ نازلہ اور حسبِ حضورِ قلب الفاظ استعمال کیے جائیں۔ میں نے مندرجہ ذیل الفاظ اِس زمانہ میں اختیار کیے ہیں :

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ ، وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ ، وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ، وَبَارِکْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ ، وَقِنَا شَرَّ مَاقَضَیْتَ ، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَایُقْضٰی عَلَیْکَ ، وَاِنَّہٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ ، وَلَایَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ ، تبارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ ، نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ . اَللّٰھُمَّ اَعْلِ کَلِمَةَ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ (تین بار) وَاَنْجِزْ وَعْدَ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ. اَللّٰھُمَّ اخْذُلِ السِّکَّ وَالْمُشْرِکِیْنَ اَعْدَائَنَا اَعْدَائَکَ اَعْدَاءَ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ زَلْزِلْھُمْ . اَللّٰھُمَّ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ اَللّٰھُمَّ فَرِّقْ جَمْعَھُمْ . اَللّٰھُمَّ اَھْلِکْ اَمْوَالَھُمْ . اَللّٰھُمَّ نِلْ حَدَّ ھُمْ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْ جُنْدَھُمْ . اَللّٰھُمَّ اَلْقِ الرُّعْبَ وَالْفَشْلَ وَالْاِخْتِلَافَ بَیْنَھُمْ .اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ (تین بار) اَللّٰھُمَّ خُذْھُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ. (تین بار) اَللّٰھُمَّ لَا تُعَامِلْنَا بِمَا نَحْنُ اَھْلُہٗ وَعَامِلْنَا بِمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ ، اَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَةِ ، وَاَھْلُ الْعَفْوِ وَالْکَرَمِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَحَبِّ خَلْقِہٖ اِلَیْہِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ .

۞ ۞ ۞

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۱، قسط : ۱۶

''الحامد ٹرسٹ''نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہوچکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہوجائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

۲۳۔ واقدی کے بارے میں جو آپ نے لکھا وہ ضرورت سے زائد ہے یہ میرے علم میں تھا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ شاید میں محدثین کی رائے سے ہٹ کر اُن کے بارے میں کوئی رائے رکھتا ہوں اِس لیے آپ نے اِس پر زیادہ لکھا ہے۔ پہلے خط میں آپ نے سیرت ابن اسحاق کا ذکر کیا تھا جبکہ ابن اسحاق کو قَدرِیّ مُعتزلی کذّاب اَشْهَدُ اَنَّهٗ كَذَّابٌ اِتَّهَمَهٗ مَالِكٌ مُدَلِّسٌ دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَةِ كَانَ يَلْعَبُ بِالدُّيُوْكِ سب کچھ کہا گیا ہے اِس کے باوجود آپ اُن کی روایت کے طالب تھے میں نے ایک مؤرخ کی بات لکھی ہے۔ بات صرف اِتنی ہے کہ ابن سعد اُونچے درجے کے آدمی شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اُستاد سے اور اُن کی خطاء و صواب سے واقف ہیں۔ اُنہوں نے اِس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے اَور حفاظِ حدیث نے جگہ جگہ اسماء الرجال میں نقد و جرح میں اور تاریخ میں واقدی کی بات لی ہے۔ تہذیب التہذیب میں بہت جگہ اُن کی رائے قبول کی گئی ہے۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

سفیان بن عیینہ کے متعلق میں نے پہلے سے مکی ہونا نہیں لکھا ہے میں نے اپنے خط میں یہ لکھا تھا:

کہا جاتا ہے کہ اُن کے والد اَصل میں مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔ اِسی طرح تہذیب التہذیب کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے وَقِیْلَ اِنَّ اَبَاہُ عُیَیْنَۃُ ھُوَ الْمَکِّیُّ اَبَا عِمْرَانَ میں نے یہ کب لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ مکی تھے۔

آپ نے توجہ نہیں فرمائی ورنہ مقصد تو یہ تھا کہ اُن کے والد کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ وہ مکی تھے جب وہ مکی ہوئے تو سفیان کا بچپن میں اپنی دَدھیال میں قیام اور اُس زمانے میں تحصیلِ علم قرین عقل ہے باپ دادا کا گھرانہ بھی رہنے میں سہولت کا باعث ہوتا ہے اِسی کے ساتھ اَخْرَجَہٗ کے جملہ کا تعلق بنتا ہے آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا مطلب پھر بھی واضح نہیں ہوسکا تھا آپ نے جو لکھا ہے کہ آپ نے جوش استدلال میں الخ یہ ٹھیک نہیں، ایسا نہیں ہوا۔

آپ نے اِسی صفحہ پر عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو بصری لکھ دیا ہے۔ یہ غلط ہے وہ بصری نہیں ہیں مکی ہیں۔ آپ کا یہ سارا صفحہ ہی محسوس ہوتا ہے بے غور کیے عُجلت میں لکھا گیا ہے اور اِسی پر زور دیا گیا ہے کہ ابن عیینہ نے بڑے ہوکر علم حاصل کیا ہے۔ اِسی وجہ سے آپ نے اُن کے سونا پہننے پر اعتراض کیا ہے اور مَا رَاَیْتُ طَالِبَ عِلْمٍ اَصْغَرُ مِنْ ھٰذَا وغیرہ سب نظر اَنداز کر دی ہیں۔

حضرت سفیان کی پیدائش ۱۰۷ھ میں ہوئی۔ عمرو بن دینار کی وفات ۱۲۵ یا ۱۲۶ میں ہوئی۔ اُن کی وفات کے وقت سفیانؒ کی عمر صرف ۱۸/ ۱۹/ سال تھی اُنہوں نے عمرو بن دینار سے جو علوم حاصل کیے وہ دو چار دن یا ایک دو مہینہ میں حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ تہذیب میں اِن کے بارے میں ہے وَاَجْمَعَ الْحُفَّاظُ الخ حفاظِ حدیث کا اِس بات پر اجماع ہے کہ وہ عمرو بن دینار کے علوم میں سب سے زیادہ ثبت ہیں۔ یہ جملہ صاف بتلاتا ہے کہ اُنہوں نے اُن سے بہت کچھ حاصل کیا اور اِمام شافعی کا یہ فرمانا کہ مَالِکٌ وَسُفْیَانُ اَلْقَرِیْنَانِ بہت بڑے عالم ہونے کی اور بہت مقدم علماء سے علم حاصل کرنے کی دلیل ہے اور یہ علوم اُنہوں نے ۱۹/ سال کی عمر تک حاصل کر لیے تھے اور یہ مکہ اور مدینہ میں حاصل کیے ہیں کوفہ میں نہیں۔

وَکَانَ انْتِقَالُہٗ کا مطلب بالکلیہ ترکِ وطن کر کے جانا ہے نہ وہ آپ سمجھے ہیں۔ آپ نے سب کچھ مذاق کے اَنداز میں لکھ دیا ہے۔

صفحہ ۱۰ پر آپ نے میری بات نقل فرمائی ہے کہ : حضرت عائشہ کی ہر روایت تزوج اپنی جگہ اَصل ہے اور اِسے اُن سے سننے والے ایک دُوسرے کے متابع نہیں ہو سکتے۔

اِس پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ : ''آپ کا یہ اَندازِ بیان مغالطہ آمیز ہے''۔

اس کے بعد آپ نے طویل بحث لکھی ہے اور بہت تشریح کی ہے اور تقدم وتأخر زمانی کو متابعت کی بنیاد بنایا ہے اور یہ سب صرف آپ کی اپنی ذہنی کاوش ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں، حقیقت وہ ہے جو ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے آپ دیکھیں کہ نسائیؒ نے یہ حدیث کئی طرق سے دی ہے کیا اُنہوں نے یا اِمام مسلم وغیرہ نے متابعت کا لفظ کہیں لکھا ہے جیسے کہ متابعت کے موقع پر ہر محدث لکھتا ہے۔ اور اِمام بخاری جابجا لکھتے ہیں تَابَعَهٗ فُلَانٌ اگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا تو آپ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ''تَابَعَهٗ'' وہاں کہا جاتا ہے جہاں روایت کو تفرد سے نکالنے کا ثبوت دینا ہو اور یہ روایت متواتر یا مشہور ہے اِس لیے کہیں بھی کسی نے بھی ایسا نہیں فرمایا بس ذخیرۂ حدیث جمع فرمادیا۔

ص ۱۱ کا بڑا حصہ اِسی طرح کی بحث سے بھرا ہوا ہے آخری سطر میں پھر متابعت ثابت کرنے کی ایک اور طریقہ سے سعی کی گئی ہے کہ سند کے راویوں کو گن لیا جائے۔ یہ بات آپ جیسے حنفی عالم سے بعید ہے کیونکہ اُسے مسندابی حنیفہ تو آنی چاہیے۔ اس میں علوِ اَسناد کا مدار راویوں کی گنتی پر نہیں بلکہ قابلیت پر ثابت کیا گیا ہے۔

سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ قَالَ اجْتَمَعَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَالْاَوْزَاعِیُّ فِیْ دَارِ الْحَنَّاطِیْنِ بِمَکَّةَ.

اِس گفتگو میں اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین کی حدیث میں یہ سند پیش کی زُھْرِیْ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جن میں تین واسطے ہیں۔ اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سند پیش کی حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اور اِس سند میں چار واسطے ہیں۔ اِس کے جواب میں اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ کہہ رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں حَدَّثَنِیْ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اُن سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ

فقیہ ہیں۔ اور علقمہ فقاہت میں ابن عمر سے کم نہیں ہیں اگر چہ حضرت ابن عمر کو فضیلت صحابیت حاصل ہے (اور دُوسرے راوی کی فقاہت کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا) ابن عمرؓ کو صحابیت کی فضیلت حاصل ہے تو اَسود کو فقاہت میں بہت فضیلت حاصل ہے۔ اور عبداللہ (بن مسعود) تو عبداللہ ہی ہیں (علم و فقاہت میں اپنی مثال آپ ہیں) اِس پر اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہوگئے۔ (مسند ابی حنیفہ ص ۵۰)

اِمام اعظمؒ کی دلیل مسلمہ دلیل تھی۔ خطیبِ بغدادی نے روایتوں میں تقابل کی صورت میں ترجیح کا ایک اُصول یہ بھی بیان کیا ہے :

وَیُرَجَّحُ بِاَنْ یَّکُوْنَ رُوَاتُہٗ فُقَھَاءَ لِاَنَّ عِنَایَۃَ الْفَقِیْہِ بِمَا یَتَعَلَّقُ مِنَ الْاَحْکَامِ اَشَدُّ مِنْ عِنَایَۃِ غَیْرِہٖ بِذَالِکَ . (کفایہ ص ۴۳۶)

اور قاضی حسن بن عبدالرحمٰن نے ''المحدث الفاصل'' میں وکیع بن جراح کا یہ واقعہ نقل کیا ہے، وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ یہ دو سندیں ہیں اِن میں تمہیں کون سی زیادہ پسند ہے۔

(۱) اَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ .

(۲) سُفْیَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ .

ہم نے کہا اَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ زیادہ قریبی سند ہے۔ اُنہوں نے فرمایا اعمش حدیث کے شیخ ہیں اِسی طرح ابو اوائل بھی حدیث کے شیخ ہیں۔ اور سُفْیَان عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ میں یہ فضیلت ہے کہ فَقِیْہٌ عَنْ فَقِیْہٍ عَنْ فَقِیْہٍ عَنْ فَقِیْہٍ . (سب راوی فقہا ہیں)

قابوس ابن ابی ظبیان نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ یہ کیسے کرتے ہیں کہ علقمہ کے پاس آتے ہیں اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اُنہوں کہا بیٹا یہ اِس لیے کرتا ہوں کہ اُن سے اصحاب رسول اللہ ﷺ فتوے حاصل کر لیتے ہیں۔

(المحدث الفاصل ص ۲۳۸)

قاضی حسن کے بعد وکیع بن جراح کا یہی واقعہ خطیب بغدادی نے بھی کفایہ میں نقل کیا ہے اِس میں کلمات یہ ہیں :

وَسُفْیَانُ فَقِیْہٌ وَمَنْصُوْرٌ فَقِیْہٌ اِبْرَاہِیْمُ فَقِیْہٌ وَعَلْقَمَۃُ فَقِیْہٌ وَحَدِیْثٌ تَدَاوَلَہُ الْفُقَھَاءُ خَیْرٌ مِّنَ اَنْ یَّتَدَاوَلَہُ الشُّیُوْخُ .

پھر لکھتے ہیں : ''ابراہیم بن سعید نے کہا میں نے وکیع سے یہ بات سنی ہے کہ فقہاء کی حدیث مجھے مشائخ حدیث سے زیادہ پسند ہے''۔(کفایہ ص۴۳۶)

اِس لیے جس سند میں ابراہیم اور اَسود جیسے جلیل القدر فقہاء آرہے ہیں چاہے اُس میں ایک واسطہ زیادہ ہولامحالہ اُس سند سے افضل ہوگی جس میں ہشام اَور عروہ آرہے ہیں چاہے سند میں ایک واسطہ کم ہورہا ہو۔اور قوت وصحت کے اعتبار سے سب روایتیں اعلیٰ ہیں۔

ص۱۲ : آپ نے '' تحقیق '' کے بجائے اپنا دائرہ کار معین فرمالیا ہے کہ وہ صحاح ستہ ہیں اِس لیے روایت مصعب ابن سعد اَور کلمہ مثلہٗ کے بارے میں گفتگو بیکار ہے۔

روایت **عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ** ۔ یہ اپنے والد سے صرف پندرہ سال چھوٹے تھے مدینہ شریف ہی میں رہتے تھے۔بارہ تیرہ سال کے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی لقاء اور سماع کا اِنکار غلط ہوگا لیکن جہاں حضرت مسروق اور اَسود جیسے حضرات شاگرد ہوں وہاں فہرست اَور گنتی میں اِن کا نام نہیں لیا گیا۔محدثین کے مذہبِ راجح کو دیکھا جائے تو عن عائشہ اتصال پر محمول ہوگا اور اِس میں کلام بے ضرورت ہوگا جبکہ بہت سے حفاظ اِسی روایت میں عن عائشہ کی تصریح پر اکتفاء کررہے ہوں اور یہ اشکال نظر اَنداز کرکے اِسی طرح روایت دے رہے ہوں اور کوئی نوٹ نہ دے رہے ہوں گویا اُن کی رائے میں سند متصل اپنی جگہ دُرست ہے جیسے ابن سعد وغیرہ۔ایسی صورت میں جس نکتہ پر آپ پہنچے ہیں اُسے غلطی پکڑنا نہیں کہا جائے گا۔

۱۳ : پر...... '' یہ روایت کا فطری اَنداز ہے '' اِن چند سطروں میں تحقیق چھوڑ کر آپ پھر اپنے ہی ترجیح میلانِ طبع میں لگ گئے ہیں۔

۱۴ پر بھی ''فرق ایک سال ہے'' میں یہی رُجحان کارفرما ہے۔

عبدالملک بن عمیر عن عائشہ :

طبقاتِ ابن سعد میں بھی موجود ہے آپ اُن روایات کے حافظ ہیں پھر یہ روایت جو اِسی کتاب میں موجود ہیں نظر نہیں پڑی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بظاہر آپ کو اپنی تحقیقات میں واضح تقصیرات کی طرف توجہ دلانے کے لیے ہے۔ اس کے بعد آپ نے نمبروار پوری تحریر کا خلاصہ بیان فرمایا ہے۔ میں اپنے اِس خط کا خلاصہ نمبروار اِس لیے نہیں لکھتا کہ یہ خواہ مخواہ مناظرہ کی صورت بن جائے گی۔ جو کچھ عرض کر سکتا تھا وہ لکھ ہی چکا ہوں لہٰذا اِن کا جواب یہی ہے کہ آپ کے خلاصہ کے سب نمبر میرے نزدیک بے وزن ہیں۔

خلاصہ کے ۲۶ میں ابوبکر...ابن ابی شیبہ کو مدلس.... کہہ کر (۲۷) میں ابومعاویہ پر طعن کر کے (۲۸) میں اعمش کو کوفہ کے شیعوں کا اِمام کہہ کر (رحمہم اللہ) صرف اپنی بات منوانی چاہتے ہیں جیسے کوئی کسی بات کو پہلے سے طے کرلے کہ یہ کر کے چھوڑنا ہے چاہے جو ہو چاہے اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ یہی طرزِ فکر سرسید کا ہے اور اُس سے لے کر پرویز تک چلا آرہا ہے اِسی کا نام جدید اصطلاح میں تحقیق رکھ لیا گیا ہے۔

(۳۳) میں آپ نے لکھا ہے اِس کے بعد بھی اگر میں غلطی پر ہوں تو واضح فرمائیں۔

☆ اِس کے بارے میں ایک تو یہ عرض ہے آپ کی اصولی غلطی پہلے ہی سے مبسوط طرح لکھ چکا ہوں کہ متابعت کا اصول یہاں نہیں چلے گا۔ اور جہاں جہاں آپ ہٹے ہیں وہاں نشان دہی کرتا آیا ہوں۔ لیکن اِس اندازِ فکر والوں سے میں مایوس ہوں جو اپنی بات کی خاطر قولِ ضعیف کو قوی قرار دیں اور کہیں اپنے ہی طے کردہ اصولوں کے بھی خلاف بات کرنی پڑے تو کر ڈالیں جیسے زہری کے بارے میں۔

دُعاء ضرور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اِس دلدل سے نکالے۔

رجالِ حدیث کے بارے میں بھی قولِ مفتی بہ چلتا ہے آپ مذکورہ بالا نمبروں اور اپنی تحریراتِ سابقہ میں مثلاً زہری اور عبدالرزاق کے بارے میں محدثین کے قولِ مفتی بہ کو چھوڑ کر قولِ مرجوع ضعیف اور منقطع السند تک کو صرف اپنی مرضی کے لیے قولِ فیصل قرار دیتے آئے ہیں۔ اس سے رجوع فرمائیں اور ایسا کرنا چھوڑ دیں۔

محض طعن اور مثالب ذکر کرنا اور مناقب کے بارے میں سکوت کرنا بلکہ مناقب حذف ہی کر دینا نہایت غلط بات ہے۔ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اَلرَّفْعُ وَالتَّکْمِیْلُ'' میں اصول

جرح وتعدیل ذکر کیے گئے ہیں وہ لکھتے ہیں :

وَقَالَ الذَّھَبِیُّ فِیْ مِیْزَانِہٖ فِیْ تَرْجُمَۃِ اَبَانَ بْنِ یَزِیْدِ الْعَطَّارِ قَدْ اَوْرَدَہٗ اَیْضًا الْعَلَّامَۃُ اِبْنُ الْجَوْزِیِّ فِیْ "الضُّعَفَاءِ" وَلَمْ یَذْکُرْ فِیْہِ اَقْوَالَ مَنْ وَثَّقَہٗ وَھٰذَا مِنْ عُیُوْبِ کِتَابِہٖ یَسْرُدُ الْجَرْحَ وَیَسْکُتُ عَنِ التَّوْثِیْقِ ".(الرفع والتکمیل ص ۱۵)

اِس کتاب کا سببِ تالیف اِسی قسم کی تحقیق وتنقید کا ظہور تھا ملاحظہ فرمائیں ص ۶۔

یہ کتاب اگر جناب کے مطالعہ سے نہ گزری ہو تو اَب ضرور مطالعہ فرمائیں۔

آپ نے ۲۳؍نومبر ۸۰ء کے خط میں ص ۱۰ نمبر ۵ میں لکھا تھا : ''البتہ اِمام اعظم اور اِمام مالک کے قبولِ روایت کے پختہ اصول ہیں اِمام مالک نے کسی بدعتی سے روایت نہیں لی''۔

ایک طرف آپ کا یہ فیصلہ تھا دُوسری طرف آپ زہری رحمہ اللہ پر سخت حملے کر رہے تھے اور کر رہے ہیں۔ یا تو یہ حملے اپنے ہی طے کردہ اصول اور فیصلہ کے خلاف تھے یا آپ اِس سے بے خبر تھے کہ اُن سے اِمام اعظم اور اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے روایات لی ہیں جو مسند ابی حنیفۃ اور موطاء اِمام مالک میں موجود ہیں (آپ کو تھذیب التھذیب کی ایک عبارت سے یہ مغالطہ بھی ہوا تھا کہ زہری عروہ سے نہیں ملے ہیں)۔

نیز وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ اور اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (مسند حمیدی حدیث ۳۲)

اور خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الحدیث وغیرہ کی رُو سے ہمارے لیے تابعین بھی تو قابلِ احترام ہیں چہ جائیکہ جو عالم ترین بھی ہوں۔

مگر آپ اُن کے بارے میں بہت بے باک ہیں اور اُن پر اگر کوئی ضعیف الزام مل جاتا ہے تو اُسے ترجیح دیتے ہیں اور شدید تر کر کے لکھتے ہیں۔

اِسی خط میں ص ۱۵ پر مزید قابلِ غور کے عنوان سے نمبر ۵ پر لکھا :

'' میں کتاب الآثار کی روایات کو بخاری کی روایات پر ترجیح دیتا ہوں'' لیکن کتاب الاثار سے بھی زیادہ مستند اور خود اِمام ابو یوسف رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی کتاب ''کتاب الخراج '' میں اعمش رحمہ اللہ سے حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ کہہ کر کتنی ہی جگہ روایات درج ہیں دُوسری طرف آپ اُنہیں شیعوں کا اِمام ٹھہرا کر ساقط الاعتبار

قرار دے رہے ہیں۔

یا تو آپ اساتذۂ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہ تھے یا جہاں چاہتے ہیں اپنے ہی طے کردہ قاعدہ کو توڑ دیتے ہیں۔ اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے خود اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت لی ہے۔(الرفع والتکمیل ص۵۶)۔

یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ عمدہ ترین سند یہ ہے :

" اَلْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ". (مقدمه ابن صلاح ص ۱۲)

آپ نے اپنے اِس خط کے اِسی صفحہ پر لکھا تھا :

'' میرے نزدیک صحیح ، حسن، غریب ،ضعیف خالی اعتبارات ہیں اَور ذہنی تمرین ہے''۔

اِس کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ سب بچوں کا کھیل ہے۔لیکن دُوسری طرف آپ اُصول حدیث کا بڑی تندہی سے استعمال کر رہے ہیں جہاں آپ کو اَصل اور متابع ثابت کردینے پر اصرار ہے۔

عرض یہ ہے کہ آپ ہی نہیں بلکہ جو بھی اِس اندازِ فکر کو اپنائے گا جو آپ نے اختیار کیا ہے اُس کا یہی حال ہو جائے گا۔ کہیں تحریر میں کچھ نظر آئے گا کہیں کچھ۔ کیونکہ اُس کے پیشِ نظر اثبات مدعی ہوتا ہے جہاں اُسے کسی اصول سے فائدہ معلوم ہوگا اصول کا قائل ہو جائے گا اور جہاں ہدمِ اصول میں فائدہ نظر آئے گا وہاں بے دَردی سے توڑ دے گا۔

وَهَلْ هٰذَا اِلَّا اِتِّبَاعُ الْهَوٰی اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَعَافَاكُمْ

ستمبر ۸۰ء سے مارچ ۸۱ء تک کی خط وکتابت سے واضح ہوگیا ہے کہ آپ کے پاس روایتِ تزوج کے مقابلہ میں منقول دلیل کوئی نہیں ہے۔ اِس لیے برسوں سے اِن اَحادیث پر بے ضابطہ اور بے قاعدہ واصول، جرح میں مصروف رہے ہیں جو صحاح ومسانید وغیرہ سب میں موجود چلی آرہی ہے۔ یہ ہے آپ کی '' تحقیق '' کا خلاصہ اِس لیے اگر جناب کو کوئی فائدہ نظر آئے تو اِس مسئلہ کو جاری رکھیں ورنہ مجھے آپ کی ساتھ آٹھ سو صفحات کی کتاب کا بخوبی اَندازہ ہوگیا ہے کہ اُس میں ہر چیز کی نفی ہی نفی بھری ہوگی۔ اور جہاں جا کر آپ نے بزعمِ خود سب کچھ منفی اور بے اَصل قرار دے دیا ہوگا وہاں اپنا مدعیٰ ثابت

کردیا ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

والسلام

حامد میاں غفرلہ

۱۶/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

۱۷/ا کتوبر ۸۱ء شنبہ

میں تو آپ سے یہ چاہوں گا کہ آپ خود اپنی اِس کتاب کا رد بھی لکھیں، انشاء اللہ وہ آپ کے لیے بھی ذخیرۂ آخرت ہوگی اَور اگر میری گزارش سے یہ کام ہوجائے تو میرے لیے بھی ہوگی، خصوصًا اِس اندازِ تحقیق کا ردِّ بلیغ فرمایئے۔ **قلت** ______ **اقول** جیسا سارا مضمون ہوسکتا ہے۔

والسلام

بقیہ : دینی مسائل

البتہ اگر خون بند ہونے پراُس نے غسل کرلیا یا غسل تو نہیں کیا لیکن ایک نماز کا وقت گزر گیا یعنی ایک نماز کی قضا اُس کے ذمہ واجب ہوگئی۔ اِن دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار جاتا رہا۔ اَب نکاح کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔

مسئلہ : جس عورت سے ابھی صحبت نہ کی ہو خواہ تنہائی ہوچکی ہو اُس کو ایک طلاق دینے سے روک رکھنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اُس کو جو طلاق دی جائے بائن پڑتی ہے۔

مسئلہ : اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں تو رہے لیکن مرد کہتا ہے کہ میں نے صحبت نہیں کی پھر اِس اقرار کے بعد طلاق دے دی تو اَب طلاق سے رُجوع کرنے کا اختیار اُس کو نہیں۔

اُمت ِمسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۵

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب ؒ بلندشہری ﴾

نَشْرُ الْعُلُوْم :

سیّدِ عالم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی مستعدی سے علمِ دین کی اشاعت کی۔ اُن کے شاگردوں کی بڑی بھاری تعداد (جو دوسو کے لگ بھگ ہے) کتابوں میں لکھی ہے جن میں صحابہ کرام بھی ہیں اور تابعین حضرات بھی (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔ اِن کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی۔ اِس حساب سے سیّدِ عالم ﷺ کے بعد اُنہوں نے ۴۸ سال مسلسل علمِ دین پھیلایا۔ محدثینِ کرامؒ نے اُن کی روایات کی تعداد 2210 بتلائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی فیاضی کے ساتھ علمِ دین کی اشاعت کی۔ لڑکے اور عورتیں اور جن مردوں سے اُن کا پردہ نہ تھا پردہ کے اَندر مجلس تعلیم میں بیٹھتے تھے اَور باقی حضرات متعلمین پردہ کے پیچھے بیٹھ کر اُن سے دینی فیض حاصل کرتے تھے۔ مختلف قسم کے سوالات کیے جاتے تھے اَور وہ سب کا جواب دیتی تھیں۔ اور بعض مرتبہ کسی دُوسرے صحابی یا اُمہات المومنینؓ میں سے کسی کے پاس سائل کو بھیج دیتی تھیں۔ دینی مسائل معلوم کرنے میں کوئی شرماتا تو فرماتی تھیں کہ شرماؤ مت کھل کر پوچھ لو۔

ہر سال حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جاتی تھیں اور ہر طرف سے مختلف شہروں سے برابر لوگ آتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیمے کے باہر ٹھہر کر دینی سوالات کرتے تھے اور وہ جواب دیتی تھیں۔ مکہ معظّمہ میں زمزم کے قریب پردہ ڈال کر تشریف فرما ہو جاتی تھیں اور فتوے طلب کرنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار اُن جلیل القدر صحابہ میں کیا گیا ہے جو مستقل مفتی تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجد ہی کے زمانۂ خلافت سے مفتی ہوگئی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو خود آدمی بھیج کر اُن سے مسائل معلوم کراتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ امارت میں دمشق میں مقیم تھے اور وقتِ ضرورت قاصد بھیج کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کرتے تھے۔ قاصد شام سے چل کر مدینہ منورہ آتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کا جواب لے کر واپس چلا جاتا تھا۔ (ماخوذ من ابن سعد)

بہت سے لوگ خطوط لکھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دینی معلومات حاصل کرتے تھے اور وہ اُن کو جواب لکھا دیتی تھیں۔ عائشہ بنت طلحہؓ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی شاگرد ہیں فرماتی ہیں :

وَیَکْتُبُوْنَ اِلَیَّ مِنَ الْاَمْصَارِ فَاَقُوْلُ لِعَائِشَةَ یَاخَالَةُ ھٰذَا کِتَابُ فُلَانٍ وَھَدِیَّتُہٗ فَتَقُوْلُ لِیْ عَائِشَةُ اَیْ بُنَیَّةُ اَجِیْبِیْہِ وَاَثِیْبِیْہِ.

لوگ مجھے دُور دُور کے شہروں سے خطوط لکھتے تھے (اور ہدایا بھیجتے تھے) میں عرض کرتی تھی کہ جان یہ فلاں شخص کا خط اور اُس کا ہدیہ ہے (فرمائیے اِس کا کیا جواب لکھوں) وہ فرما دیتی تھیں کہ اے بیٹا اِسے (یہ) جواب لکھ دو اور ہدیہ کا بدلہ دے دو۔

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاوٰی بکثرت آتے ہیں۔ لوگ اُن سے خصوصیت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی اَندرونِ خانہ زندگی کے متعلق معلومات کیا کرتے تھے اور وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ جواب دیا کرتی تھیں۔ چونکہ آنحضرت ﷺ سب کچھ سکھانے اور عمل کر کے دِکھانے کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے بھیجے گئے تھے اِس لیے آپ کی زندگی کے کسی پہلو کو آپ کی اَزواج مطہرات رضی اللہ عنہن نہیں چھپاتی تھیں۔ حضرت اَسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ اُنہوں نے فرمایا اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری شریف)

ایک مرتبہ اُنہوں نے ذرا تفصیل سے یوں بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اپنی جوتی کی مرمت خود کیا کرتے تھے اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اِس طرح خانگی کام کاج میں مشغول رہتے تھے جیسے تم لوگ اپنے گھروں میں کام کرتے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا آنحضرت ﷺ اِنسانوں میں سے ایک اِنسان تھے۔ اپنے کپڑوں میں جوں خود دیکھ لیتے تھے اور اپنی بکری کا دُودھ خود دَوھ

لیتے تھے اور اپنی خدمت خود کر لیتے تھے۔ (ترمذی شریف)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرح بات میں بات نہیں پروتے چلے جاتے تھے بلکہ آپ کا کلام ایسا سُلجھا ہوا ہوتا تھا کہ ایک ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا جسے پاس بیٹھنے والا با آسانی یاد کر لیتا تھا۔ (ترمذی شریف)

ایک مرتبہ سیّدِ عالم ﷺ کے ہنسنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کبھی پورے دانتوں اور داڑھوں کے ساتھ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپ ﷺ کے مبارک حلق کا کوّا دیکھا جاوے آپ تو بس مسکراتے تھے۔ (بخاری شریف)

آنحضرت ﷺ کی توصیف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آپ نے کبھی کسی کو اپنے دستِ مبارک سے نہیں مارا نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو۔ ہاں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے (اللہ کے دُشمن کو) مارا تو وہ دُوسری بات ہے اور آپ ﷺ کو کسی سے کچھ کسی قسم کی اَذیت پہنچی تو اُس کا بدلہ کبھی نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کسی سے کوئی کام ہو جاتا تو آپ اللہ کے لیے اُس کو سزا دیتے تھے۔ (مشکوۃ)

حضرت سعد بن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا اُمّ المؤمنین رسول اللہ ﷺ کے اَخلاق و عادات کے متعلق اِرشاد فرمایئے کیسے تھے؟ اِس پر اُنہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا آنحضرت ﷺ کی زندگی قرآن ہی تھی۔ (مشکوٰۃ شریف) یعنی اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جن اَحکام کا حکم فرمایا ہے اور جن اَخلاق کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ سب پورے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی میں موجود تھے۔

حضرت عبدالعزیز بن جریج روایت فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا سید عالم ﷺ کن سورتوں سے نمازِ وتر اَدا فرماتے تھے۔ اِس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور دُوسری رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ (مشکوۃ عن الترمذی وابی داؤد والنسائی)

حضرت عفیف بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے عرض کیا یہ تو فرمایئے کہ آنحضرت ﷺ پر غسل واجب ہوتا تھا تو اَوّل رات ہی میں غسل فرما لیتے تھے یا

آخری رات میں؟ اُنہوں نے فرمایا کبھی آپ نے اَوّل وقت ہی غسل فرمالیا اور کبھی آخری رات میں غسل فرمالیا۔ یہ سنتے ہی میں نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً (اللہ اکبر سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اِس بارے میں گنجائش رکھی ہے)۔ اِس کے بعد میں نے عرض کیا یہ تو فرمائیے کہ آپ رات کے اَوّل وقت میں وتر اَدا فرما لیتے تھے یا رات کے پچھلے حصہ میں؟ اِس کے جواب میں اُنہوں نے اِرشاد فرمایا کبھی آپ نے اَوّل رات میں وتر اَدا فرمائے اور کبھی آخری رات میں۔ یہ سنتے ہی میرے منہ سے پھر وہی الفاظ نکلے اَللّٰہ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً۔ (ابوداؤد) اِس کے بعد میں نے سہ بار سوال کیا کہ (رات کو جب نفل اَدا فرماتے تھے تو) آپ قراءت زور سے پڑھتے یا آہستہ؟ اِس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کبھی آپ نے زور سے قراءت پڑھی اور کبھی آہستہ پڑھی۔ یہ سن کر میرے منہ سے پھر (بے ساختہ) وہی کلمات نکلے اَللّٰہ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی تھیں کہ سیّد عالم ﷺ کی زندگی ساری اُمت کے لیے نمونہ ہے۔ اِس لیے آنحضرت ﷺ کی ہر بات اَور ہر حرکت وسکون کو اُنہوں نے اچھی طرح محفوظ رکھا تھا۔ سیّدِ عالم ﷺ کے اَندرونی احوال اور رات کے اعمال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت مروی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سیّدِ عالم ﷺ (نمازِ تہجد سے فارغ ہو کر) جب فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تھے تو میں جاگتی ہوتی تو (نماز کے لیے مسجد کو جانے تک) مجھ سے باتیں فرماتے رہتے تھے ورنہ (ذرا دیر داہنی کروٹ پر) لیٹ جاتے تھے۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سیّدِ عالم ﷺ جب رات کو نماز (نفل) پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو پہلے مختصر سی دو رکعتیں پڑھ لیتے تھے (اِس کے بعد لمبی سورتوں سے نماز اَدا فرماتے تھے)۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سیّدِ عالم ﷺ غیر فرض نمازوں میں جس قدر فجر کی دو رکعتوں کا خاص اِہتمام فرماتے تھے اَور کسی غیر فرض نماز کا اِس قدر اِہتمام نہیں فرماتے تھے۔ (مسلم شریف) یہ بھی روایت فرماتی تھیں کہ سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا یعنی فجر کی دو سنتیں ساری دُنیا اور جو کچھ اِس میں ہے سب سے بہتر ہیں۔ (مسلم شریف)۔ (باقی صفحہ ۱۱)

قسط : ٦

تربیتِ اَولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اِسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔

اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

چھوٹی اَولاد کے مرجانے کے فضائل :

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص کے تین بچے مرگئے ہوں وہ اُس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کسی کے دو بچے مرے ہوں؟ فرمایا وہ بھی۔ اِس پر کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جس کا ایک ہی مرا ہو؟ فرمایا وہ بھی۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جس کا ایک بھی نہ مرا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا **اَنَا فَرَطٌ لِّاُمَّتِیْ وَلَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ** میں اپنی اُمت کا آگے جا کر سامان کرنے والا ہوں اور میری موت جیسا حادثہ میری اُمت پر کوئی نہ آئے گا۔ اِس لیے اُن کے واسطے وفات کا صدمہ ہی مغفرت کے لیے کافی ہے۔ یعنی آگے جا کر اُمت کے لیے مغفرت کی کوشش وسفارش کروں گا۔

اِس پر شاید کوئی یہ کہے کہ جیسے بے اَولادوں کے لیے حضور ﷺ کی وفات کافی ہے۔ ایسی ہی اَولادو والوں کے لیے بھی کافی تھی۔ پھر اَولاد کی شفاعت کی ضرورت کیا تھی۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو زیادہ تسلی کے لیے اِس کی ضرورت تھی، دو وجہ سے ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ تو اَدب و خوف کے ساتھ سفارش فرمائیں گے اور بچہ ضد کے ساتھ شفاعت کرے گا۔ یہ بچے جس طرح یہاں والدین (ماں باپ) سے ضد کرتے ہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ سے بھی ضد اَور ناز و نخرے کریں گے چنانچہ اَحادیث میں آتا ہے کہ بچہ جنت کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو جائے گا اُس سے کہا جائے گا کہ اَندر جاؤ کہے گا نہیں جاتا۔ پوچھیں گے کیوں؟ کہے گا جب تک ہمارے ماں باپ ہمارے ساتھ نہ ہوں گے اُس وقت تک ہم جنت میں نہیں جا سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَیُّهَا الطِّفْلُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ اَدْخِلْ اَبَوَیْكَ الْجَنَّةَ اے اپنے پروردگار سے ضد کرنے والے بچے جا اپنے ماں باپ کو بھی جنت میں لے جا۔

دُوسرے عقلاً شفاعت کرنے والوں کی تعداد بڑھنے سے زیادہ قوت و تسلی ہوتی ہے اگر چہ حضور ﷺ کو اِس کی ضرورت نہیں۔ آپ تنہا ہی کافی ہیں۔ مگر طبعًا (فطری طور پر) عدد بڑھنے سے تسلی زیادہ ہوتی ہے۔ (الجبر بالصبر فضائل صبر و شکر ص ۳۳۱)

ایک بزرگ کی حکایت :

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اُنہوں نے جوانی میں نکاح نہ کیا تھا اور بے نکاح رہنے ہی کی نیت کی تھی۔ ہر چند مریدوں نے عرض بھی کیا کہ شادی کر لیجئے مگر آپ نے منظور نہیں کیا۔ ایک دفعہ دوپہر کو سو کر اُٹھے تو اُسی وقت تقاضا کیا کہ میرا نکاح کرو۔ مریدوں نے فورًا اِس کی تکمیل کی۔ ایک مرید نے اپنی لڑکی سے نکاح کر دیا آپ نکاح کے حقوق اَدا کرتے رہے یہاں تک کہ ایک لڑکا بھی پیدا ہوا اَور کچھ دنوں کے بعد مر گیا۔ تو آپ نے فرمایا الحمد للہ مراد حاصل ہوگئی اور بیوی سے کہا کہ اَب مجھے تیری ضرورت نہیں میرا جو مقصود تھا پورا ہو گیا۔ اَب اگر نکاح کا لطف حاصل کرنا چاہے تو میں طلاق دے کر کسی جوان صالح سے نکاح کر دُوں اور اگر میرے پاس رہنا چاہے تو کھانے پینے کی تیرے واسطے کمی نہیں مگر حقوقِ نکاح کا مطالبہ نہ کرنا۔ وہ لڑکی بھی نیک تھی اُس نے کہا مجھے تو صرف آپ کی خدمت مقصود ہے اور کچھ مطلوب نہیں۔

خدام کو یہ بات سن کر حیرت ہوئی کہ پہلے تو اِس تقاضے سے نکاح کیا تھا اَور اَب طلاق دینے کو آمادہ

ہوگئے۔ خدام نے (اُن بزرگ سے) اِس کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ میں نے نکاح کا تقاضا کسی نفسانی ضرورت کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ اُس کی منشاء (سبب) یہ تھا کہ میں نے خواب دیکھا تھا کہ میدانِ قیامت برپا ہے اور لوگ پل صراط سے گزر رہے ہیں جو دوزخ کے اُوپر بچھا ہوا ہے۔ پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ پل صراط سے گزرتے ہوئے اُس کے قدم ڈگمگائے اور قریب تھا کہ جہنم میں جاگرے کہ اچانک ایک بچہ نے آکر اُس کو سنبھالا اور مضبوطی کے ساتھ اُس کا ہاتھ پکڑ کر بجلی کی طرح پل صراط سے پار لے گیا۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ بچہ کون تھا کہا کہ اُسی شخص کا بیٹا تھا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا آج اُس کا سفارشی ہوگیا۔ خواب سے بیدار ہوکر مجھے فکر ہوئی کہ میرے پاس آخرت کی اَور جائدادیں تو ہیں یعنی عبادتیں نماز روزہ وغیرہ مگر یہ جائداد نہیں اِس لیے میں نے چاہا کہ یہ جائداد بھی پاس ہونا چاہیے۔ چنانچہ نکاح ہوا اور بچہ پیدا ہوکر مرگیا تو اُن کا مقصود حاصل ہوگیا۔ (**الاجر النَبیل فضائل صبر وشکر**)

ایک حدیثِ پاک کا مفہوم :

حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی مسلمان کا بچہ مرتا ہے تو ملائکہ اُس کی رُوح کو لے کر آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے اِرشاد فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچہ کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہاں۔ پھر فرماتے ہیں کیا تم نے میرے بندے کے جگر گوشہ کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہاں۔ پھر فرماتے ہیں میرے بندہ نے کیا کہا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اُس نے آپ کی حمد (یعنی آپ کا شکر اَدا کیا) اور صبر کیا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گواہ رہو میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا اور فرمایا اُس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کرواور اُس کا نام " بَیْتُ الْحَمْدْ " رکھو۔ یہ چھوٹوں کے مرنے پر وعدہ ہے جس سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ بچوں کے مرنے پر نعم البدل (یعنی اچھا بدلہ) عطا فرماتے ہیں یعنی مغفرت اور جنت کا محل۔ (جاری ہے)

میں تو اِس قابل نہ تھا

﴿ حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

✿ ✿ ✿

شکر ہے تیرا خدایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

اپنا دیوانہ بنایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا
گِرد کعبے کے پھرایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

مُدّتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا
جام زم زم کا پلایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک میرے سینے میں تو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

بھا گیا میری زباں کو ذکر الااللہ کا
یہ سبق کس نے پڑھایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

خاص اپنے دَر کا رکھا تو نے اے مولا مجھے
یوں نہیں دَر دَر پھرایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
پَر نہیں تو نے بُھلایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

میں کہ تھا بے راہ ، تو نے دستگیری آپ کی
تو ہی مجھ کو راہ پے لایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

عہد جو روزِ اَزل تُجھ سے کیا تھا یاد ہے
عہد وہ کس نے نبھایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب

گنبدِ خضراء کا سایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

میں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قُدس میں

اور جو پایا سو پایا ، میں تو اِس قابل نہ تھا

بارگاہِ سیّدِ کونین (ﷺ) میں آ کر نفیسؔ

سوچتا ہوں ، کیسے آیا؟ ، میں تو اِس قابل نہ تھا

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس سال جامعہ مدنیہ جدید میں دورۂ حدیث شریف کے ۸۱ طلباء نے اَسناد حاصل کیں، فارغ ہونے والے طلباء کے نام مع نتائج درج ذیل ہیں۔(ادارہ)

نمبر شمار	نام	ولدیت	ضلع	حاصل کردہ نمبر	درجہ
1	احمد علی	ممتاز خان	کرک	365	جید جدًا
2	اَرسلان	محمد غوث	جھلم	505	ممتاز
3	اسد اللّٰہ	چاؤ خان	قصور	300	جید
4	اکرام اللّٰہ خان	نظر گل خان	بنوں	432	جید جدًا
5	انعام الحق	عبدالحق	سیالکوٹ	351	جید جدًا
6	انعام اللّٰہ	فتح محمد	شیخوپورہ	309	جید
7	انیس احمد	عبد الرؤوف	سرگودھا	342	جید
8	جان محمّد	نتّھو خان	قصور	313	جید
9	جاوید اقبال	غلام حسین	لاھور	360	جید جدًا
10	حماد فضل	فضل احمد	لاھور	407	جید جدًا
11	خالد عثمان	گل محمد	کرک	353	جید جدًا
12	زید اَنصاری	ریاض الدین	لاھور	377	جید جدًا
13	ساجد حنفی	محمد حنیف	قصور	284	مقبول
14	سجاد احمد	بشیر احمد	چار سدہ	322	جید
15	سعید الرحمٰن	خلیل الرحمٰن	کوئٹہ	300	جید
16	شاھد اختر	محمد دین	قصور	322	جید
17	شفیق الرحمٰن	عزیز الرحمٰن	مانسرہ	332	جید
18	شکیل احمد	محمد رمضان	قصور	302	جید
19	شیر قیوم	سمیع اللّٰہ	کراچی	333	جید

نمبر شمار	نام	ولدیت	ضلع	حاصل کردہ نمبر	درجہ
20	صغیرمعاویہ	سلیم خان	قصور	320	جید
21	عبدالرحمٰن	جلیل احمد	گوجرانوالہ	292	مقبول
22	عبدالرؤوف	موج خان	لاھور	235	مقبول
23	عبدالحلیم	محمد شعیب	گلگت	338	جید
24	عبداللّٰہ	فتح محمّد حاصی	شیخوپورہ	390	جید جدًا
25	عبد الصمد	فضل حمید	ھنگو	327	جید
26	عبدالقادر	ملا محمد شریف	راغستان	432	جید جدًا
27	عبد الواحد	محمّد زرین	ھری پور	304	جید
28	عجب خان	سیال خان	کوھاٹ	306	جید
29	عزیزالرحمٰن	جمیل الرحمٰن	لاھور	372	جید جدًا
30	عطاء الرحمٰن	احمد خان	سرگودھا	308	جید
31	عمر فاروق	جانان خان	ڈی آئی خان	357	جید جدًا
32	عمران الحق	عبدالحق	کوھاٹ	364	جید جدًا
33	غلام مصطفٰی	محمد سردار	سرگودھا	312	جید
34	فصیح اللّٰہ	محمد عمر	پشاور	345	جید
35	فضل وھاب	فضل الرحمٰن	کراچی	316	جید
36	قطب ولی	پُردوم ولی	چترال	342	جید
37	کبیر احمد	عبد الحمید	قصور	310	جید
38	کریم الحق	شاہ عمر خان	مانسرہ	302	جید
39	کمال خان	عبداللّٰہ خان	لکی مروت	307	جید
40	مبارک علی معاویہ	محمّد اِدریس خان	قصور	282	مقبول
41	محب اللّٰہ	جان محمد	پشین	298	مقبول

نمبر شمار	نام	ولدیت	ضلع	حاصل کردہ نمبر	درجہ
42	محراب عبد الهادی	قاضی محمّد طاهر	چترال	306	جید
43	محمد ابوبکر	عیسٰی خان	نارووال	310	جید
44	محمد احمد	محمد حسین	ملتان	505	ممتاز
45	محمد احمد علی	محمد نقی شکیل	سرگودھا	322	جید
46	محمد اسحاق	راؤمحمّد جمیل	رحیم یار خان	292	مقبول
47	محمّد اشفاق	قمر دین	قصور	315	جید
48	محمّد اشرف	خادم حسین	گوجرانواله	334	جید
49	محمّد اشرف	محمد حسین	مانسره	464	جید جدًا
50	محمد امجد	اسلام دین	قصور	305	جید
51	محمد ثاقب	عبداللّٰہ جان	کوهاٹ	315	جید
52	محمّد جمیل	محمّد شفیع	قصور	336	جید
53	محمد راشد	سمیر خان	قصور	352	جید جدًا
54	محمد زاهد	علاؤالدین	لاهور	328	جید
55	محمد ساجد	جان محمد	قصور	306	جید
56	محمّد سلیم	نزیر احمد	قصور	307	جید
57	محمد سُهیل احمد	فیض اللّٰہ خان	کوهاٹ	397	جید جدًا
58	محمد سهیل طارق	محمد طارق	کوهاٹ	317	جید
59	محمّد شفیق	عبد الرشید	جنوبی وزیرستان	481	ممتاز
60	محمّد شفیق	محمّد شریف	قصور	341	جید
61	محمّد شکیل	محمّد عاشق	لاهور	302	جید
62	محمد ظهیر	لال دین	لاهور	250	مقبول
63	محمّد عاطف	سهراب خان	قصور	352	جید جدًا

نمبر شمار	نام	ولدیت	ضلع	حاصل کردہ نمبر	درجہ
64	محمد عبدالباسط	غلام مصطفی	اسلام آباد	300	جید
65	محمد عبداللّٰہ فاروق	محمد رفیق	راولپنڈی	332	جید
66	محمد عزیر	محمد امین	لاہور	324	جید
67	محمد عمران	سردار علی	اَوکاڑہ	342	جید
68	محمد عمران	محمد اشرف	گوجرانوالہ	370	جید جدًا
69	محمد عمران	محمد دوست علی	بنوں	505	ممتاز
70	محمّد عمران خان	نواز خان	قصور	440	جید جدًا
71	محمد عمران خان	مہرخان	چکوال	410	جید جدًا
72	محمد عمیر	ظہور احمد	راولپنڈی	335	جید
73	محمد فیاض	خدا بخش	راولپنڈی	382	جید جدًا
74	محمّد کامران	محمد سَروَر	ایبٹ آباد	345	جید
75	محمد نعیم خان	محمد شفیع	پونچھ	398	جید جدًا
76	محمد یاسر امین	محمد امین	ڈیرہ غازی خان	294	مقبول
77	محمد یٰسین	محمد شیر	کوہستان	385	جید جدًا
78	نثار احمد	شیر محمّد	قصور	311	جید
79	ندیم الیاس	محمد الیاس	قصور	317	جید
80	نیاز احمد	محمد ایوب	اَوکاڑہ	493	ممتاز
81	ہارون الرشید	محمد اِدریس	قصور	315	جید

قسط : ۳، آخری

قطع رحمی .... قرآن و سنت کی روشنی میں

﴿ تالیف: حضرت شیخ محمد ابراہیم صاحب الحمد، ترجمہ: عبداللطیف صاحب معتصم ﴾

صلہ رحمی کرنے والے کی عظمتِ شان :

اِنسان جب اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اُن کی عزت کرنے پر حریص رہتا ہے تو پھر رشتہ دار بھی اُس کا اعزاز و اِکرام کرتے ہیں اُس کی توقیر و تعظیم کرتے ہیں۔ اُسے اپنا سردار و قائد بنا کر خود اُس کے مددگار بن جاتے ہیں۔

وَلَمْ اَرَ عِزًّا لِاِمْرِءٍ كَعَشِيْرَةٍ وَلَمْ اَرَ ذِلًّا مِثْلَ نَأْيٍ عَنِ الْاَهْلِ

رشتہ داری سے زیادہ عزت آدمی کے لیے کوئی چیز نہیں اَور رشتہ داروں سے دُوری اختیار کرنے سے زیادہ ذِلت نہیں دیکھی۔

آپس میں صلہ رحمی کرنے والوں کی عزت :

آپس میں صلہ رحمی کرنے والے اَور محبت و اُلفت رکھنے والے کی عظمت و عزت کی جاتی ہے، اُن کے ذکرِ خیر کا چرچا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اُن کی ایک شان بن جاتی ہے، نہ اُنہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اَور نہ ہی اُن پر ظلم کر سکتا ہے تو وہ معزز پڑوسی محفوظ قوم بن جاتے ہیں۔ بخلاف اُن کے جو قطع رحمی کرتے ہیں اور رشتہ داروں سے پیٹھ پھیرتے ہیں وہ لوگ بے حیثیت اور ذلیل ہو کر رہ جاتے ہیں اور اُن کو روز بروز ذِلت اور رُسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

صلہ رحمی کو تقویت دینے والے اُمور :

کچھ آداب اَور اُمور ایسے ہیں کہ اُن کا ذکر کرنا صلہ رحمی کے سلسلے میں کافی مفید و مددگار معلوم ہو رہے ہیں :

۱۔ صلہ رحمی پر مرتب ہونے والے آثار کا اِستحضار :

اشیاء کے ثمرات و فوائد کا جاننا اَور اچھے اَنجام کا اِستحضار رکھنا ہی کام کرنے کے بنیادی اسباب ہیں

جس کے لیے وہ بھرپور کوشش میں لگا رہتا ہے۔

۲۔ قطع رحمی کے انجام میں غور وفکر کرنا :

قطع رحمی کا نتیجہ حزن وملال، حسرت وندامت اَور اِسی طرح کی دُوسری افسوس ناک چیزیں ہیں، اِس میں غور کرنا قطع رحمی سے بچنے اَور دُور رہنے میں معین ومددگار ثابت ہوگا، انشاء اللہ۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا :

اللہ تعالیٰ سے صلہ رحمی کرنے کی توفیق اور اقرباء کے ساتھ اچھا تعلق رکھنے کی دُعا کرے۔

۴۔ برائی کے مقابلے میں اچھائی کرنا :

یہ ایسی خصلت ہے جو تعلق ومحبت کو باقی رکھتی ہے رشتہ داروں کے تعلقات کی حفاظت کرتی ہے چنانچہ آدمی کے لیے رشتہ داروں کی سختی اور برائی کا تحمل آسان ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں، میں اُن کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کا معاملہ کرتے ہیں، میں اُن کے ساتھ علم والا معاملہ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت والا معاملہ کرتے ہیں۔ جنابِ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا : اگر ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا '' **فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ مَادُمْتَ عَلٰی ذَالِکَ** .'' (مسلم ۲۵۵۸)

حضرت امام نووی ؒ نے اِس حدیث کی شرح میں فرمایا : اِس حدیث میں اُس تکلیف کی جو اُس کو رشتہ داروں سے پہنچتی ہے اُس تکلیف کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو گرم راکھ کھانے سے پہنچتی ہے جبکہ اُس اچھائی کرنے والے کا کوئی نقصان نہیں بلکہ اُس کے رشتہ داروں کے حصے میں قطع رحمی کرنے اور اُسے تکلیف پہنچانے کی وجہ سے بہت بڑا گناہ آیا ہے۔

(ایک دُوسرے قول کے مطابق) : مطلبِ حدیث یہ ہے کہ آپ اپنے اچھے اَخلاق کے ذریعے اُسے رُسوا کرتے رہیں اور اُن کی ذات کو اُن کے ہی دِلوں میں حقیر بنادیں اپنے اَحسانات کے ذریعے سے بُرے کرتوتوں کی رُسوائی اور حقارت اُن کی ذات پر ہی پڑے گی۔

(ایک تیسرے قول کے مطابق) : مطلبِ حدیث یہ ہے کہ جو لوگ اُس کے احسان کی وجہ سے

کھاتے ہیں اُن کی مثال مل کی طرح ہے جو کہ اَنتڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ درحقیقت یہ حدیث بہت بڑی تسلی ہے اُن لوگوں کے لیے جو کہ رشتہ داروں کی طرف سے بداَخلاقی کا شکار ہیں، نیکی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ اور اِس میں نیکوکاروں کو ہمت دلائی گئی ہے کہ وہ بلند اور اعلیٰ اخلاق پر قائم ودائم رہیں کہ اللہ اُن کے ساتھ ہیں اُن کی مدد ونصرت کرنے والے اور بدلہ دینے والے ہیں۔

۵۔ معذرت پر عذر قبول کرنا :

کیا ہی اچھا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اُن کے بھائیوں نے کیا کچھ نہیں کیا تھا لیکن اُنہوں نے عذر خواہی کی تو عذر قبول کر لیا اور اُن سے درگزر کیا اچھے طریقے سے، لعنت وملامت کی نہ اُنہیں کوئی تکلیف پہنچائی اَور ڈانٹ پلائی بلکہ اُن کے لیے دُعا کی اَور اللہ تعالیٰ سے اُن کے لیے مغفرت وبخشش کی دُعا مانگی۔

۶۔ بغیر معذرت کے بھی اُن سے درگزر کرنا :

اور اُن کے عیبوں کو بھلانا، یہ ایک اچھی صفت اور شرافت نفس وعلو ہمت پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ سمجھدار اور عقلمند شخص رشتہ داروں سے عفوو دَرگزر کر کے ہمیشہ اُن کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہے گویا یاد ہی نہیں۔

۷۔ عاجزی ونرمی اِختیار کرنا :

یہ ایک ایسی صفت ہے کہ آدمی کو رشتہ داروں میں محبوب اور اُن کے قریب کر دیتی ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے : جو شخص سرداری کا خواہشمند ہو تو اُسے تقویٰ اور نرمی اختیار کرنی چاہیے اور برائی کرنے والے کی طرف توجہ نہ دے اور ساتھی کی جہالت پر برداشت کا مظاہرہ کرے۔

۸۔ چشم پوشی اختیار کرنا :

چشم پوشی اور تغافل (اَنجان پن) بڑے اَور باعظمت لوگوں کے اخلاق میں سے ہے یہ ایسی چیز ہے جو محبت پیدا کرتی ہے۔ یقیناً یہ ایسی صفت ہے کہ دُشمنی کو دبانے اور بغض وعناد کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے نیز شفاف شخصیت اور اُس کی بلندی پر دلالت کرتی ہے اور مرتبہ وشان کو کو بلند کرتی ہے بلکہ یہ چشم پوشی

تو تمام لوگوں کے معاملے میں اچھی ہے اور رشتہ داروں کے معاملے میں بہت ہی اَولیٰ ہے۔

ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا : جو شخص لوگوں کے ساتھ اُن کے ناپسندیدہ کاموں کے سلسلے میں چشم پوشی سے کام نہیں لیتا اُن کی اچھی چیز سے ترکِ توقع نہیں کرتا تو اُس شخص کی زندگی مکدر ہونے کے زیادہ قریب ہے روشن ہونے کے بہ نسبت اور یہ دل میں اُن کے بغض وعناد پیدا ہونے سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت محبت و مودّت پیدا ہونے کی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا : میں بہت سی چیزوں سے چشم پوشی کر لیتا ہوں اور میں چشم پوشی پر قادر ہوں، کوئی اَندھا پن کی وجہ سے چشم پوشی اختیار نہیں کرتا لیکن بعض اوقات بینا شخص چشم پوشی اختیار کرتا ہے۔ اور بہت سی چیزوں کے متعلق بولنے کی قدرت ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بولنے کے سلسلے میں ہم پر کوئی اَمیر نہیں ہے۔

۹۔ خدمت کرنا :

جان کے ذریعے اور جاہ ومال کے ذریعے خدمت کرنا۔

۱۰۔ احسان نہ جتلانا اور بدلے کا طالب نہ ہونا :

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ صلہ رحمی کرنے والا بدلے کے مقابلے میں صلہ رحمی نہیں کرتا۔ اور بقاء تعلق ومحبت کا طریقہ یہ ہے کہ اِنسان رشتہ داروں کے ساتھ بخشش کا معاملہ کرے اور بدلے کا مطالبہ نہ کرے اَور یہ کہ اپنی عطا اور بخشش یا بار بار تشریف آوری کا احسان اُن پر نہ جتلائے۔

۱۱۔ رشتہ داروں کی طرف سے قلیل پر بھی نفس کو رضامند کرنا :

عقلمند اور کریم النفس شخص اپنا حق کامل اور پورا پورا وصول نہیں کرتا بلکہ تھوڑے پر راضی ہوتا ہے اور رشتہ داروں کی طرف سے جو کوتاہی ہوتی ہے اُس سے عفو ودَرگزر کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کی وجہ سے اُن کے دل اِس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور اِس کی محبت اُن کے ہاں باقی رہتی ہے۔

۱۲۔ حال وخیریت وعافیت معلوم کرنا اور اُن کی طبیعت کے موافق معاملہ کرنا :

بعض رشتہ دار تھوڑی سی چیز پر راضی ہوجاتے ہیں، سو اِس کے لیے تو سال میں ایک مرتبہ دیدار

کرنا اور ٹیلیفون پر گفتگو کرنا اُس کے لیے کافی ہے، بعض صرف خندہ پیشانی اور بشاشتِ چہرہ سے خوش ہوتے ہیں، بعض اپنا حق کامل معاف کر دیتے ہیں اور بعض بار بار آنے کے بعد راضی ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ اُن ہی کی حالت کے موافق معاملہ کرنا صلہ رحمی اور بقاءِ محبت میں معین ثابت ہوتا ہے۔

۱۳۔ رشتہ داروں سے بے تکلفی :

یہ بھی صلہ رحمی کے سلسلے میں معین ثابت ہوتی ہے بلکہ صلہ رحمی پر اُبھارتی ہے، رشتہ دار جب دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص بناوٹی اور تکلف کرنے والا نہیں بلکہ بے تکلف ہے تو اُس کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور اُس کی زیارت پر زیادہ اُنس ومحبت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۱۴۔ زیادہ ڈانٹ نہ پلانا :

تاکہ رشتہ دار آنے سے مانوس ہوں اور اِس سے خوش ہوں، کریم النفس شخص وہ ہے جو لوگوں کے حقوق اَدا کرے اور اگر کوئی اُس کے حقوق میں کوتاہی کرے تو چشم پوشی کرے اور اگر قابلِ عتاب خطا کسی سے سرزد ہو بھی جائے تو عتاب میں نرمی وشفقت کا مظاہرہ کرے۔

۱۵۔ رشتہ داروں کے عتاب کو برداشت کرنا اور صحیح محمل پر اُسے محمول کرنا :

اہلِ فضل وکمال کی عادت یہ ہوتی ہے کہ اُن کی مروّت واَخلاق کامل اور اُن کی شان اعلیٰ ہوتی ہے۔ اپنے حلم حسن تربیت اور عمدہ اخلاق کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ فراخ دِلی کا مظاہرہ کرتے ہیں جب کوئی رشتہ دار سرزنش اور سختی کرتا ہے اُس کے حق میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے، معتوب حضرات صحیح محمل پر محمول کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ عتاب کرنے والا ہم سے محبت اور شفقت کر رہا ہے، ہمارے آنے پر حریص ہے وہ اِس بات کو محسوس کر کے کوتاہی کرنے پر عذر خواہی کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس کی تیزی اور شدت میں کمی آجاتی ہے۔

بعض لوگ محبت اور شفقت کرتے ہیں لیکن اِس کے باوجود زیادہ ملامت کی وجہ سے اُنہیں اِس کی تعبیر کرنا نہیں آتی جبکہ کریم لوگ اُن کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے ہیں اور اُن کے کلام کو اچھے محمل پر محمول کرتے ہیں اور بزبانِ حال وہ کہتے ہیں کہ اگر اسلوب بیان میں تم سے غلطی واقع ہوئی ہے مگر حسن نیت میں تم سے خطاء واقع نہیں ہوئی۔

۱۶۔ رشتہ داروں کے ساتھ مزاح کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا :

حالات وطبائع کا لحاظ کرتے ہوئے مزاح کرنا اُور جو مزاح کا متحمل نہ ہو اُس سے بالکل ہی مزاح نہ کرنا۔

۱۷۔ لڑائی جھگڑے سے اِجتناب کرنا :

انتقام جوئی ،لڑائی جھگڑے کی کثرت بغض وغیرہ کا سبب بنتی ہے، آدمی کے لیے بہتر یہی ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ مدارات کا معاملہ کرے اور ہر اُس چیز سے دُور رہے جس سے محبت کی روشن فضا مکدر ہوتی ہو۔

۱۸۔ اختلاف ہونے کی صورت میں ہدیہ پیش کرنے میں جلدی کرنا :

ہدیہ محبت پیدا کر کے بدگمانی کا دفاع کردیتا ہےاور دِلوں کے گند کو نکال کر باہر کر دیتا ہے۔

۱۹۔ اِس بات کا استحضار کہ رشتہ دار جسم کا ایک حصہ ہیں :

آپ کے لیے اُن سے کوئی چارہ کار نہیں اُن کی عزت آپ کی عزت ہے اُن کی ذلت آپ کی ذلت ہے۔عرب کہتے ہیں : تیری ناک تیری ہے اگر چہ اِس سے رطوبت جاری ہو تمہاری اَصل تمہاری ہے خواہ خاردار ہو۔

۲۰۔ رشتہ داروں سے دُشمنی :

یہ بات پیش نظر ہے کہ رشتہ داروں سے دُشمنی بہت شر انگیز ہے، سو اِس میں نفع مند شخص نقصان اُٹھانے والا ہے اُور انتقام لینے والا شکست خوردہ ہے۔

۲۱۔ ولیموں اور دعوتوں میں رشتہ داروں کو یاد رکھنا :

اِس کا طریقہ یہ ہے کہ رشتہ داروں کے نام اور ٹیلیفون نمبر اپنے پاس ایک ورقہ میں لکھ کر محفوظ کرے، جب دعوت کا موقع ہو تو اُس ورقہ کو کھول کر دیکھ لے تمام رشتہ دار یاد آجائیں گے، پھر اُن کے پاس جا کر یا بذریعہ ٹیلیفون رابطہ کر کے دعوت دیدے، اِس کے باوجود اگر کوئی رہ جائے تو اُس کے پاس جا کر معافی تلافی کرا کے خوشنودی کے لیے بھر پور کوشش جاری رکھے۔

۲۲۔ آپس میں صلح صفائی پر منحصر رہنا :

رشتہ داروں کے لیے خصوصًا اُن لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے محبت عطا کی ہوئی ہے، صلح پر اصرار کرتے رہنا بہت ضروری ہے کہ فساد ہونے کی صورت میں صلح صفائی کرنے کی کوشش کریں اور اِس سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیں اِس لیے کہ اگر آپس میں پیدا ہونے والے فسادات کو صلح صفائی کے ذریعہ رفع دفع نہ کیا گیا تو وہ سب کو اپنے لپیٹ میں لے کر پھیلتے چلے جائیں گے۔

۲۳۔ تقسیمِ میراث میں جلدی کرنا :

تا کہ ہر ایک اپنا اپنا حصہ وصول کر لے اور جھگڑے ومطالبات کا سلسلہ نہ ہو اَور رشتہ داروں کے درمیان تعلقات خالص ہوں اور ہر قسم کے مکدرات سے خالی ہوں۔

۲۴۔ شرکت میں اِتحاد و اِتفاق :

جب رشتہ دار کسی معاملہ میں شریک ہوں تو ہر ایک کی کوشش یہ ہو کہ اتحاد و اِتفاق برقرار رہے اور آپس میں محبت وایثار کو فروغ دیں۔ مشورہ ومہربانی اور صدق وامانت سے کام لیں۔ ہر ایک ساتھی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرے اور ہر چیز کے منافع ومضرات سے واقف رہے۔ ہر قسم کی مشکلات کے حوالے سے نہایت واضح انداز میں بحث ومباحثہ کریں، مشکلات کے دفعیہ کی کوشش کریں، کام میں مخلص رہیں، ایک دُوسرے سے چشم پوشی کریں اور بہتر بات یہ ہوگی کہ آپس کے معاملات میں جو چیزیں ہیں اُن کو لکھ کر رکھیں۔ جب اِس طریقہ کار پر پابند ہوں گے تو آپس میں شفقت پیدا ہوگی اور مشترکہ کاروبار میں برکت ہوگی۔

۲۵۔ معیاری اجلاس :

ماہانہ یا سالانہ وغیرہ اجلاس رکھیں، اِس میں خیر و برکت ہوتی ہے، آپس میں تعارف تعلق اور خیر خواہی کا موقع ملتا ہے جبکہ اِس کے منتظم اہلِ علم حضرات ہوں۔

۲۶۔ صندوقِ قرابت :

جس میں رشتہ داروں کے تبرعات ومشترک چیزیں جمع کی جائیں اور کسی آدمی کو اُس کا نگران مقرر کر

دیا جائے، جب خاندان والوں میں سے کسی کو شادی بیاہ اَور دیگر مصائب وآفات میں پیسوں کی ضرورت پڑے تو اُن کی مدد اِن پیسوں کے ذریعہ کی جائے، اِس کی وجہ سے محبتیں واُلفتیں بڑھیں گی۔

۲۷۔ گائیڈ بک :

رشتہ داروں کے لیے بہتر یہ ہے کہ اُن میں سے کوئی آدمی ایک گائیڈ بک لکھے جو تمام رشتہ داروں کے ناموں پتوں اور فون نمبرز پر مشتمل ہو، پھر اُس کو طبع کر کے تمام رشتہ داروں میں تقسیم کر دے، یہ طریقہ صلہ رحمی کے لیے معین ثابت ہوگا۔ سلام دُعا، تمام دعوتوں اور ولیموں اور اِسی طرح دُوسرے مواقع میں یاد کرنے میں آسانی ہوگی۔

۲۸۔ تکلیف اور مشقت میں مبتلا کرنے سے بچے :

ہر اُس چیز سے بچنے کی کوشش کرے جو اِس نتیجہ پر پہنچائے، اِس لیے کہ اِنسان ہمیشہ راحت کا طلبگار رہتا ہے اور جس چیز میں تکلیف ہو اُس سے بچتا ہے، لہٰذا اپنے رشتہ داروں کے حالات کا لحاظ رکھنا چاہیے اور اُنہیں کسی ایسی چیز میں مبتلا نہ کریں جو اُنہیں مشقت میں نہ ڈال دے اَور نہ ہی اُن کی تھوڑی بہت کوتاہیوں پر ایسی ملامت کرے جسے برداشت کرنے کی اُن میں سکت نہ ہو۔

۲۹۔ مشورہ کرنا :

رشتہ داروں کے لیے مناسب بات یہ ہے کہ اُن کے لیے مجلس شوری ہو، ایسی کمیٹی ہو جو پیش آنے والے مسائل میں رشتہ داروں سے باہمی مشورہ کرے جس میں ایک طرف اگر اجتماعیت کی حفاظت ہے تو دُوسری طرف تمام کام حکمت اور رضامندی کے ساتھ طے ہوتے ہوں۔

(بشکریہ : ماہنامہ وفاق المدارس، ملتان)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

سات ہلاک کر دینے والی چیزیں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَاھُنَّ قَالَ : اَلشِّرْکُ بِاللّٰہِ ، وَالسِّحْرُ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلاَّ بِالْحَقِّ ، وَاَکْلُ الرِّبٰوا ، وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ ، وَالتَّوَلِّی یَوْمَ الزَّحْفِ ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ سات ہلاک کر دینے والی چیزیں کونسی ہیں؟ فرمایا: (۱) شرک کرنا (۲) جادُو کرنا (۳) جس جان کو مار ڈالنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اُسے ناحق قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) لڑائی کے موقع پر پیٹھ دِکھا کر بھاگنا (۷) پاک دامن ایمان والی اَور بے خبر عورتوں پر زِنا کی تہمت لگانا۔

قیامت کے دِن عرشِ الٰہی کے سایہ میں جگہ پانے والے سات قسم کے لوگ :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ ، اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ رَبِّہٖ ، وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اِجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْہُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَاءً حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَاتُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ ، وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ .

(بخاری ج ۱ ص ۹۱. مسلم ج ص . مشکوۃ ص ۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :
سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جس دن اُن کے (عرش کے) سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (۱) انصاف پرور حکمران (۲) وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اپنے رب کی طاعت وعبادت میں گزاری (۳) وہ شخص جس کا دِل مسجد میں لگا رہتا ہے (۴) وہ دو شخص جو محض اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، اکٹھے ہوتے ہیں تو اللہ کی محبت میں اَور جدا ہوتے ہیں تو اللہ کی محبت میں (۵) وہ شخص جسے کسی ذی منصب اور حسین عورت نے (بُرے اِرادے سے) بلایا اور اُس شخص نے (اُس کی خواہش کے جواب میں) کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جس نے اِس طرح خفیہ طور پر صدقہ دیا کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) وہ شخص جس نے خلوتِ تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

سات چیزوں کے کرنے اَور سات چیزوں سے بچنے کا حکم :

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَھَانَا عَنْ سَبْعٍ ، اَمَرَنَا بِعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ ، وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ ، وَرَدِّ السَّلَامِ ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ ، وَنَھَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّھَبِ ، وَعَنِ الْحَرِیْرِ ، وَالْاِسْتَبْرَقِ ، وَالدِّیْبَاجِ ، وَالْمِیْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ ، وَالْقَسِّیِّ ، وَآنِیَةِ الْفِضَّةِ . (بخاری و مسلم بحواله مشکوۃ ص ۳۷۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے (جن چیزوں کے کرنے کا) آپ نے ہمیں حکم دیا ہے (وہ یہ ہیں): (۱) بیمار کی عیادت کرنا (۲) جنازہ کے ساتھ جانا (۳) چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا (۴) سلام کا جواب دینا (۵) دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا (۶) قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنا

(۷) مظلوم کی مدد کرنا۔اور (جن چیزوں کے کرنے سے) آپ نے ہمیں منع فرمایا ہے،(وہ یہ ہیں): (۱) سونے کی انگوٹھی پہننے سے (۲) ریشم کے کپڑے پہننے سے (۳) اَطلس کے کپڑے پہننے سے (۴) دیباج کے کپڑے پہننے سے (۵) سرخ زین پوش استعمال کرنے سے (۶) قَسّی کے کپڑے پہننے سے (۷) چاندی کے برتن استعمال کرنے سے۔

ف : '' قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنے '' سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارہ میں قسم کھائے اور آپ اُس کی قسم پوری کرنے پر قادر ہوں اور اُس میں کوئی گناہ بھی نہ ہوتو آپ کو اُس کی قسم پوری کرنی چاہیے مثلاً کوئی شخص آپ کو مخاطب کرتے ہوئے قسم کھالے کہ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ تم فلاں کام نہ کرو۔اَب اگر آپ اُس کام کے کرنے پر قادر ہیں تو وہ کام کرلیں تاکہ اُس کی قسم نہ ٹوٹے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دِلائے کہ تمہیں خدا کی قسم،تم یہ کام کروتو اُس شخص کو چاہیے کہ وہ خدا کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کرلے۔

'' مِیْثَرَۃْ '' اُس زین پوش کو کہتے ہیں جس میں رُوئی بھری ہوتی ہے اور اُسے گھوڑے وغیرہ کی زین پر ڈال کر اُس پر بیٹھتے ہیں، دُنیاداروں کی عادت ہے کہ وہ اِس زین پوش کو اَز راہِ تکبر و رَعونت حریر و ریشم سے بناتے ہیں۔اِس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ زین پوش ریشم کی ہو تو کسی بھی رنگ کی ہو حرام ہے اور اگر ریشم کی تو نہ ہو لیکن سرخ رنگ کی ہو تو مکروہ ہے اور اگر سرخ رنگ کی نہ ہو تو اُس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

'' قَسِّیْ '' یہ ایک کپڑے کا نام تھا جو ریشم اور کتان سے بنایا جاتا تھا اور ''قَسْ '' کی طرف منسوب تھا جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے۔

دَرد کے دُور کرنے کی ایک دُعاء :

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ اَنَّہٗ شَکٰی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَجَعًا یَجِدُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ لَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ یَاْلَمُ مِنْ

جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثًا ، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ ، قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَاكَانَ بِیْ .

(مسلم بحوالہ مشکٰوۃ ص ۱۳۴)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی للہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے (ایک دفعہ) رسولِ اکرم ﷺ سے درد کی شکایت کی جسے وہ اپنے بدن کے کسی حصے میں محسوس کر رہے تھے، رسولِ اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا : تمہارے بدن کے جس حصے میں درد ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر پہلے تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو پھر سات مرتبہ یہ دُعا پڑھو اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ (میں اللہ سے اُس کی عزت اور اُس کی قدرت کے ذریعہ اِس برائی (یعنی درد) سے پناہ مانگتا ہوں جسے میں اِس وقت محسوس کر رہا ہوں) اور (آیندہ اِس کی زیادتی سے) ڈرتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں میں نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دُور فرمادی۔

بیمار کی عیادت کے وقت ایک دُعاء :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ اِلَّا شُفِيَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُهٗ .

(ابوداوٗد ، ترمذی بحوالہ مشکٰوۃ ص ۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : جب کوئی مسلمان کسی (بیمار) مسلمان کی عیادت کرتا ہے اور سات مرتبہ یہ دُعاء پڑھ کر دم کرتا ہے اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ یعنی میں اللہ بزرگ و برتر سے جو عرشِ عظیم کا مالک ہے دُعاء کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاء دے تو اُسے شفا ہوجاتی ہے اِلَّا یہ کہ اُس کا وقت ہی آگیا ہو۔

ماہِ رجب کے فضائل و احکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ رجب عظمت و فضیلت والا مہینہ :

رجب کا مہینہ اُن چار مہینوں میں سے ہے جو کہ حرمت، عظمت و فضیلت والے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے۔

" اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ "

(سورہ توبہ آیت ۳۶ پ۱۰)

''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی احکامِ شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے ، اور) ان میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب)، یہی (امرِ مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اَشْہُرِ حُرُم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا''۔ (بیان القرآن ملخص)

امام بصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ ان میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ (چار) متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اُس کو اُن برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۱ تا ۳۷۳)

جب نبی کریم ﷺ رجب کے مہینے کا چاند دیکھتے تو یہ دُعا فرمایا کرتے تھے :

" اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ "(مشکٰوۃ ص۱۲۱ باب الجمعۃ فصل ثالث . مجمع الزوائد ج۲ ص۱۶۵، مسند بزار، طبرانی کبیر ، بیھقی فی شعب الایمان وضعفہٗ)

'' اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے۔''

یعنی ان مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما اور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان تک پہنچا تا کہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کریں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت ہونے کی دعا فرمائی ہے، تو حضور ﷺ کے اس ارشاد سے رجب اور شعبان کے مہینے کا برکت والا ہونا ظاہر ہوا۔(رسالہ ''شعبان المعظم'' ص۶۷، مرتبہ حافظ تنویر احمد شریفی صاحب الخطاط، مضمون حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ)

رجب کی پہلی رات کی فضیلت :

اور کیونکہ یہ مہینہ مبارک مہینہ ہے، اور حضور ﷺ اس مہینہ کا چاند دیکھ کر برکت کی دعا بھی فرماتے تھے، اسی وجہ سے اس بابرکت مہینہ کی ابتدائی رات کو خاص فضیلت عطا ہوئی اور اِس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، تا کہ اس بابرکت مہینہ کا آغاز ہی دعاؤں کے ساتھ ہو، اور پھر پورے مہینے اِس دعا کی برکت قائم رہے۔

'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی ، اور وہ جمعہ کی رات ، رجب کی پہلی رات ، نصف شعبان کی رات ، اور عیدین کی دونوں راتیں ہیں''۔(عبدالرزاق ج۴ ص۳۱۷۔ بیہقی فی شعب الایمان ج۲ ص۱۳۔ فضائلُ الاوقات ص۳۱۲ باب فضل العید رقم الحدیث ۱۴۹)

ماہِ رجب میں روزے :

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ رجب کا مہینہ عظمت وشرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی

میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اور اِن مہینوں میں عبادت واطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت واطاعت میں داخل ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین وفقہاءِ کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

''حضرت عطاء سے مروی ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بے شک (رکھتے تھے) اور اِس مہینے کو عظمت والا شمار کرتے تھے۔'' (کنز العمال ج۸ ص۶۵۷ رقم ۲۴۶۰۱)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

''اور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں اوّل محرم کے روزے، دوسرے رجب کے روزے اور تیسرے شعبان اور عاشوراء کے دن کا روزہ۔ (فتاوٰی ھندیه ج۱ ص۲۰۲ کتاب الصوم قبیل الباب الرابع)

۲۲ ر رجب کے کونڈے :

آج کل رجب کے مہینے میں ۲۲ ر تاریخ کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ جو رسم انجام دی جاتی ہے وہ کونڈوں کی رسم ہے، اور اس کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے، اور کونڈوں کے متعلق مختلف گھڑی ہوئی داستانیں اور واقعات بھی چھاپ کر لوگوں میں عام کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے کونڈوں کی اِس رسم کو انجام دینے کا حکم فرمایا تھا اور اِس رسم کو انجام دینے والے کی منت پوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ حالانکہ یہ بے پر کی باتیں سراسر جھوٹ ہیں اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر سخت تہمت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دلا کر منت پوری کرنے کی یوں ذمہ داری لی ہو۔ آپ کا دامن ایسی لغو باتوں سے پاک ہے، اور دینی علوم کی بصیرت میں ان کا بلند مقام ہے۔

کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت :

اب کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت بزرگانِ دین کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل ، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸؍رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے؟ اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ (دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہؓ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت امام جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اعلانیہ نہ تقسیم کی جائے، تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں جا کر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دور رہنا چاہیے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں۔

(فتاوٰی محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

ایصالِ ثواب جس کو چاہے، جب چاہے بلا کسی التزامِ تاریخ و مہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

بلکہ بہت بہتر ہے، لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے۔(ایضاً ج ۱ ص ۱۸۴)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروج رسم دشمنانِ صحابہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کے لیے ایجاد کی ہے۔ ۲۲/رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے (طبری۔استیعاب) ۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادقؒ سے کوئی تعلق نہیں نہ اِس میں اُن کی ولادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی اعلانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جا کر اُسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اِس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کرکے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔(احسن الفتاوٰی ج ۱ ص ۳۶۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے درجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کیے تو وہ (گویا کہ) مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے۔

اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اُس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے، خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے، نہ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ بزرگانِ دینؒ سے، کہیں سے اِس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور اِس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں ذرا مزہ اور لذت آتی ہے، اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے، کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہیے اور کوئی حظِ نفس (نفس کا مزہ) کا سامان ہونا چاہیے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں، حلوہ پک رہا ہے اور اِدھر سے اُدھر جارہی ہیں، اور اُدھر سے اِدھر آرہی ہیں اور ایک میلہ لگا ہوا ہے، تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے، اس واسطے شیطان نے اس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، وہ کوئی ضروری نہیں، مگر یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ بھائی! ان چیزوں نے ہماری اُمت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے۔

یہ اُمت خرافات میں کھوگئی حقیقت روایات میں کھوگئی

اس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں، اس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا، لیکن دین سے واقف نہیں، ان بیچاروں کو اِس کے بارے میں پتہ نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عیدالضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی، اور قرآن و حدیث سے اِس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اس لیے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے''۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۴، ۵۵)

گزشتہ تفصیل سے دلائل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ ۲۲ رجب کے کونڈے کرنا شرعاً جائز نہیں، ان میں

شرکت کرنا اور کسی طرح سے لوگوں کو ترغیب دینا بھی گناہ ہے۔ اگر یہی مال جو کونڈوں کی رسم میں خرچ کیا جاتا ہے کسی صحیح دینی مصرف میں لگایا جائے تو دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

۲۷؍رجب کے منکرات اور رسمیں :

آج کل رجب کی ۲۷؍تاریخ میں بے شمار ایسی چیزیں ہونے لگی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ بہت سی چیزیں شرعاً گناہ ہیں۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے، دِن کو حلوہ لچی پکایا جاتا ہے، رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے اور مٹی کی چھوٹی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں جن میں چراغ رکھ کر رات کو درودیوار پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پنجابی میں اس رسم کو ''کول جلانا'' کہتے ہیں۔ جو شخص ان رسموں کی مخالفت کرے اُسے ''وہابی'' کا لقب دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً ائمۂ مساجد جاہلوں کی اس گالی سے ڈر کر اُن کی مخالفت نہیں کرتے حالانکہ پہلی رسم کو عبادت سمجھنا بالکل فضول ہے دوسری، تیسری اور چوتھی میں تبذیر اور اسراف پایا جاتا ہے، جو شرعاً حرام ہے (خطباتِ حضرت لاہوری رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۷۹) اور اس قسم کی چیزیں زیادہ تر اس بنیاد پر انجام دی جارہی ہیں کہ ۲۷؍رجب کے بارے میں مشہور ہوگیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی معراج کی تاریخ ہے۔ اور عوام میں رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہی کو قطعی اور حتمی طور پر شبِ معراج سمجھا جاتا ہے۔

۲۷؍رجب اور شبِ معراج :

حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں بلکہ سالوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ شبِ معراج کے مہینے کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں : (۱) بعض کے نزدیک شبِ معراج ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی (۲) بعض کے نزدیک ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی (۳) بعض کے نزدیک رجب کے مہینے میں ہوئی (۴) بعض کے نزدیک رمضان کے مہینے میں ہوئی (۵) بعض کے نزدیک شوال کے مہینے میں ہوئی۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں :

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کی وفات کا واقعہ بعثت نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثت نبوی سے پانچ سال بعد میں ہوا ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اُس وقت پیش آیا جبکہ اسلام عام قبائل عرب میں پھیل چکا تھا۔ اِن تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہیں کہ واقعۂ اسراء و معراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے۔ اور ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرات محدثین نے روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب، شبِ معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم (معارف القرآن ج ۵ ص۴۴۲ و۴۴۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

۲۷؍رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شبِ معراج ہے، اور اس شب کو بھی اِسی طرح گزارنا چاہیے جس طرح شبِ قدر گزاری جاتی ہے، اور جو فضیلت شب قدر کی ہے، کم و بیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے، بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے'' اور پھر اِس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیئے کہ اِس رات میں اتنی رکعات پڑھی جائیں، اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ خوب سمجھ لیجیے! یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷ رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے، اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی رات صحیح معنٰی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ اگر شبِ معراج بھی شبِ قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شبِ قدر کے بارے میں ہیں تو اِس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ شبِ معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷ رجب کو شبِ معراج قرار دینا درست نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷ رجب ہی کو معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقام قرب عطا فرمایا، اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا، اور اُمت کے لیے نمازوں کا تحفہ بھیجا، تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی۔ کسی مسلمان کو اس کی فضیلت میں کیا شبہہ ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷ رجب کی شب کو حاصل نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ (بعض روایتوں کے پیشِ نظر۔ ناقل) یہ واقعۂ معراج سن ۵ نبوی میں پیش آیا۔ یعنی حضور ﷺ کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸ سال تک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے لیکن اِن اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے شبِ معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو، یا اِس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو، یا اِس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اِس رات میں شبِ قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ نہ تو

آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے، اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود حضور ﷺ جاگے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔ پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (تقریباً) سو سال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا میں موجود رہے، اِس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۲۷رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو۔ لٰہذا جو چیز حضور اقدس ﷺ نے نہیں کی اور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی، اُس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اُس کو سنت قرار دینا یا اُس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور ﷺ سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اِس کو کروں گا تو اُس کے برابر کوئی احمق نہیں۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۴۸ تا ۵۱)

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے دین کو خوب سمجھنے والے اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ دین کو جانتا ہوں، یا اُن سے زیادہ دین کو ذوق رکھتا ہوں، یا اُن سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔ لٰہذا اِس رات میں عبادت کے لیے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ لٰہذا آج کی رات بھی جاگ لیں، کل کی رات بھی جاگ لیں، اسی طرح ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں، لیکن اس رات میں اور دوسری راتوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۱، ۵۲)

﴿ دینی مسائل ﴾

✿ ✿ ✿

طلاقِ رَجعی میں رجعت کر لینے کا بیان :

مسئلہ : جب کسی نے رجعی ایک طلاق یا دو طلاقیں دیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرد کو اختیار رہے کہ اُس کو روک رکھے پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور عورت چاہے راضی ہو یا نہ ہو اُس کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو اُس کا حکم اُوپر بیان ہو چکا اُس میں یہ اختیار نہیں۔

مسئلہ : رجعت کرنے یا روک رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو صاف صاف زبان سے کہہ دے کہ میں تجھ کو پھر رکھے لیتا ہوں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یا یوں کہہ دے میں اپنے نکاح میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں یا عورت سے نہیں کہا کسی اور سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو پھر رکھ لیا اور طلاق سے باز آیا۔ بس اِتنا کہنے سے وہ پھر اِس کی بیوی ہوگئی۔

مسئلہ : جب عورت کو روک رکھنا منظور ہو تو بہتر ہے کہ کم اَز کم دو مردوں کو یا ایک مرد اَور دو عورتوں کو گواہ بنالے کہ شاید کبھی کچھ جھگڑا پڑے تو کوئی مکر نہ سکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا تنہائی میں ایسا کر لیا تب بھی صحیح ہے مطلب تو حاصل ہو ہی گیا۔

مسئلہ : اگر عورت کے سامنے رجعت نہ کی بلکہ اُس سے علیحدہ ہو کر کی تو عورت کو رجعت کی خبر دینا مندوب ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت کی مدّت ختم ہونے پر وہ لاعلمی میں کسی اَور سے نکاح کر لے۔

مسئلہ : رجعت کی نیت نہ تھی لیکن زبان سے ویسے ہی کہہ دیا کہ میں نے بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھا تو اِس سے بھی رُجعت ہوگئی۔

مسئلہ : اگر عورت کی عدت گزر چکی تب ایسا کرنا چاہا تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اَب اگر عورت منظور کرے اَور راضی ہو تو پھر سے نکاح کرنا پڑے گا۔ نکاح کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ رکھے بھی تو عورت کو اِس کے پاس رہنا دُرست نہیں۔

مسئلہ : جس عورت کو ایک یا دو طلاقِ رجعی ملی ہوں جس میں مرد کو طلاق سے باز آنے کا اِختیار رہتا

ہے ایسی عورت کو چاہیے کہ خوب بناؤ سنگار کر کے رہا کرے کہ شاید مرد کا جی اِس کی طرف جھک پڑے اور رُجعت کر لے۔اور اگر مرد کا قصد رجعت کرنے کا نہ ہو(بلکہ اگر ہو تب بھی) اُس کو مناسب ہے کہ جب گھر میں آئے کھانس کھنکار کے آئے تاکہ عورت اپنا بدن کچھ کھلا ہو تو ڈھک لے اور کسی بے موقع جگہ نگاہ نہ پڑے کیونکہ شرمگاہ کے اَندرونی حصہ پر شہوت سے نظر کرنے سے رجعت ہو جاتی ہے اَور چونکہ اِس کا اِرادہ رجعت کا نہیں ہے اِس لیے اِس کی احتیاط رکھی جائے کہ نگاہ بھی نہ پڑے۔اور جب عدت پوری ہو چکے تو عورت کسی اور جگہ جا کے رہے۔

مسئلہ : عورت کو معلوم ہے کہ مرد اُس سے شدید بغض رکھتا ہے اور رجعت کی کچھ اُمید نہیں تو پھر بناؤ سنگار نہ کرے۔

مسئلہ : اگر اَبھی رجعت نہ کی ہو تو اُس عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز نہیں اور اُس عورت کو اِس کے ساتھ جانا بھی دُرست نہیں۔

مسئلہ : جس عورت کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دے دیں جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا اُس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اَور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرے عدت کے اَندر نکاح دُرست نہیں۔اور خود اِسی طلاق دینے والے سے نکاح منظور ہو تو عدت کے اَندر بھی ہو سکتا ہے۔

مسئلہ : رجعت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ کہا نہیں لیکن اُس سے صحبت کر لی یا اُس کا بوسہ لیا پیار کیا یا جوانی کی خواہش کے ساتھ اُس کو ہاتھ لگایا تو اِن سب صورتوں میں وہ پھر اُس کی بیوی ہو گئی پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔لیکن اِس طرح کے فعل کے ساتھ رجعت میں کراہتِ تنزیہی ہے۔

مسئلہ : جس عورت کو حیض آتا ہو اُس کے لیے طلاق کی عدت تین حیض ہیں جب تین حیض پورے ہو چکیں تو عدت گزر چکی۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اَب سمجھو کہ اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا ہے تب تو جس وقت دس دن پورے ہونے پر خون بند ہوا اُسی وقت عدت ختم ہو گئی اور روک رکھنے کا جو اِختیار مرد کو تھا جاتا رہا، چاہے عورت نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو اِس کا کچھ اعتبار نہیں۔اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم آیا اور خون بند ہو گیا لیکن ابھی عورت نے غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اُس کے اُوپر واجب ہوئی تو اَب بھی مرد کا اِختیار باقی ہے۔اَب بھی قصد سے باز آئے گا تو پھر اُس کی بیوی بن جائے گی۔(باقی صفحہ ۲۳)

وفیات

موت العالِم موت العالَم

گزشتہ دنوں دار العلوم اِسلامیہ عربیہ شیر گڑھ ضلع مردان کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احمد صاحب انتقال فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حضرت مولانا محمد احمد صاحب ۱۹۲۰ء میں ضلع مردان کے ایک گاؤں قطب گڑھ میں پیدا ہوئے۔ حصولِ تعلیم کے بعد شیر گڑھ میں مدرسہ قائم کیا جو آپ کے حسنِ اہتمام اور اعلیٰ صلاحیتوں کے باعث ملک کے معروف مدارس میں شمار ہونے لگا۔

حضرت مولاناؒ اپنے قائم کردہ مدرسہ ہی میں تعلیم و تدریس میں مصروف تھے کہ نوے برس کی عمر میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ حضرت مولانا کی حسنات کو قبول فرما کر اُنہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے لگائے ہوئے گلشن کو تادیر قائم رکھے نیز آپ کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

جناب قاری قیام الدین صاحب الحسینی کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد کلور کوٹ میں اِنتقال فرما گئیں۔

۲۴ر جون کو جامعہ محمدیہ چوبرجی کے مدرس مولانا محمد اُویس صاحب کی والدہ صاحبہ ہری پور میں انتقال فرما گئیں۔

۱۹ر جون کو کریم پارک کے جناب محمد سہیل و محمد شعیب برادران کی والدہ صاحبہ انتقال کر گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۱۲؍ جمادی الثانی ۱۴۳۰/ ۶؍ جون ۲۰۰۹ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور ۳؍ رجب المرجب/ ۲۶؍ جون کو بخیریت کراچی واپسی ہوئی۔ حضرت نے ۲۸؍ جون کو کراچی میں مدرسہ تعلیم القرآن شریفیہ کی اکتالیسویں تقریب تکمیل حفظ و ناظرہ قرآن کریم میں شرکت کی، اِسی روز پشاور کے لیے روانہ ہو گئے، بعد اَزاں ۲۹؍ جون کو بخیریت لاہور واپسی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے اِس سفر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔

۱۱؍ جون دو پہر 12 بجے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (خطیب لال مسجد اسلام آباد) جامعہ میں تشریف لائے اور جامعہ کے طلباء سے خطاب فرمایا۔

۱۱؍ جون دو پہر 1 بجے حضرت مولانا محمد اکرم صاحب طوفانی (سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت) جامعہ مدنیہ جدید میں تشریف لائے اور ختمِ نبوت کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۲۳؍ جون کو مولانا راؤ محمد سلیم صاحب دامت برکاتہم (نواسہ حضرت رائے پوریؒ) جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور اساتذہ سے ملاقات فرمائی اور بعد نمازِ عصر بیان فرمایا۔

۷؍ رجب المرجب مطابق یکم جولائی بروز بدھ جامعہ مدنیہ جدید میں ختمِ بخاری شریف کے موقع پر ایک تقریب کا اِنعقاد ہوا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھا کر مختصر بیان فرمایا اور دُعاء فرمائی۔

جامعہ مدنیہ جدید میں جمادی الاخری کے آخری عشرہ میں سالانہ امتحانات منعقد ہوئے۔

۸؍ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ/ ۲؍ جولائی ۲۰۰۹ء کو تقریب ختم بخاری کے بعد جامعہ مدنیہ جدید میں سالانہ تعطیلات ہوئیں۔

۲۴؍ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۸؍ جولائی ۲۰۰۹ء کو جامعہ مدنیہ جدید میں وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ اِمتحانات ہوں گے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد ؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیزو اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 92+ - 5330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 92+ - 7703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 6152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)